قرآنی نظامِ ربوبیت کا پیامبر

ہفتہ وار طلوعِ اسلام کراچی

جلد نمبر ۸
شمارہ ۵۲

کراچی: ہفتہ ۔ ۲۴ دسمبر ۱۹۵۵ء

قیمت چھ آنہ
سالانہ پندرہ رو

قرآن نے کیا کہا؟

کشمکش میں قوت کا مقابلہ قوت سے ہوتا ہے ۔ جس کے پاس زیادہ قوت ہوگی وہ کامیاب ہو جائیگا ۔ فتح اور شکست کا عام اصول یہی ہے ۔ لیکن قرآن کہتا ہے کہ اس کے ساتھ ہی ایک اور عنصر بھی ہے جو شکست اور فتح کے معاملہ میں بڑا گہرا اثر رکھتا ہے ۔ وہ عنصر یہ ہے کہ تم کس قسم کے اصول اور نظام کی خاطر لڑ رہے ہو؟ اگر تم اس صحیح نظام کی خاطر مصروف جد و جہد ہو جو تمام نوع انسانی کی بھلائی کی خاطر قائم کیا جا رہا ہے تو اس اصول کی قوت بھی تمہارے ساتھ ہوگی اور تمہاری اپنی قوت کی تھوڑی بہت کمی اس اصول کی قوت سے پوری ہو جائیگی اور مخالفین تم پر کبھی غالب نہیں آسکینگے ۔ اگر یہ مخالفین سمجھتے ہیں کہ وہ اپنے غلط اصول اور باطل نظام کے زور پر قانون خداوندی کو شکست دیدینگے تو یہ ان کی بھول ہے ۔ ام حسب الذین یعملون السیات ان یسبقونا ساء مایحکمون (۲۹/۴) ۔ جو لوگ معاشی ناہمواریوں کا نظام قائم کرتے ہیں کیا وہ سمجھتے ہیں کہ وہ ہمارے قانون سے آگے نکل جائینگے؟ کس قدر نا عاقبت اندیشی پر مبنی ہے یہ فیصلہ جو یہ لوگ کئے بیٹھے ہیں ۔ ایسا کبھی نہیں ہوگا ۔ جب دو اصولوں کی جنگ ہوگی تو جو اصول برسرِ حق ہوگا وہ یقیناً کامیاب ہوگا ۔ ولہ الکبریاء فی السموات والارض (۴۵/۳۷) کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں غلبہ و تسلط بلندی اور کبریائی صرف خدا کے قانون کو حاصل ہے ۔

طلوعِ اسلام کا مسلک اور مقصد

ہمارا مسلک یہ ہے کہ ---

1. تنہا عقلِ انسانی اجتماعی زندگی کے مسائل حل کرنے کے لئے کافی نہیں ۔ اسے اپنی راہنمائی کیلئے اس طرح وحی کی ضرورت ہے جس طرح آنکھ کو سورج کی روشنی کی ۔
2. یہ وحی اپنی آخری اور مکمل شکل میں قرآن کریم میں محفوظ ہے ۔ اس لئے نوعِ انسانی قرآن کے بغیر اپنی منزلِ مقصود تک نہیں پہنچ سکتی ۔
3. حق و باطل کا معیار قرآن ہے ۔ جو بات قرآن کے مطابق ہو وہ حق ہے جو اس کے خلاف ہے غلط ہے ۔
4. حضور نبی اکرمؐ انسانی سیرت و کردار کے بلند ترین مقام پر فائز تھے لیکن عجمی سازشوں نے ہماری تاریخ میں ایسی چیزیں شامل کر دی ہیں جن سے حضورؐ کی سیرت داغدار ہو کر سامنے آتی ہے ۔ ہمارے نزدیک ایسے تمام حصے (خواہ وہ کسی کتاب میں ہوں) یکسر غلط اور وضعی ہیں ۔ حضورؐ کی سیرت کا محکم معیار خود قرآن کریم ہے ۔
5. قرآن کی رو سے دنیا میں بسنے والے تمام انسان ایک عالمگیر برادری کے افراد ہیں ۔ اس برادری کے قیام کی عملی شکل یہ ہے کہ تمام دنیا ایک ہی نظام کے مطابق زندگی بسر کرے ۔
6. اسلام کے نظامِ زندگی کی تشکیل کی صورت یہ ہے کہ ہر زمانے کے انسان اپنے زمانے کے تقاضوں کے مطابق قرآن کے غیر متبدل اصولوں کی روشنی میں باہمی مشاورت سے جزئی قوانین خود مرتب کریں (انہیں قانونِ شریعت کہا جاتا ہے) یہ جزئی قوانین حالات کی تبدیلی سے بدلتے رہیں گے لیکن قرآن کے اصول ہمیشہ غیر متبدل رہیں گے ۔
7. اسلامی نظام کی رو سے قرآن ایک ایسے معاشرے کی تشکیل کرتا ہے جس میں تمام افراد کی مضمر صلاحیتوں کی کامل نشوونما ہو جاتی ہے اور کوئی فرد و معاشرہ اپنی ضروریاتِ زندگی سے محروم نہیں رہتا ۔ اسے ربوبیتِ عامہ یعنی تمام نوعِ انسانی کی پرورش سے تعبیر کیا جاتا ہے ۔
8. ربوبیتِ عامہ کے مقصدِ عظیم کے حصول کے لئے قرآن کی رو سے ضروری ہے کہ رزق کے سرچشمے افراد کی ملکیت کے بجائے معاشرے کی تحویل میں رہیں تاکہ رزق کی تقسیم ہر ایک کی ضرورت کے لحاظ سے ہو سکے اور اس طرح کوئی انسان دوسرے انسان کا محتاج نہ رہے ۔ اسے قرآنی "نظامِ ربوبیت" کہا جاتا ہے ۔

ہمارا مقصد یہ ہے کہ ---

اسلامی پاکستان میں اور اس کے بعد ساری دنیا میں اس قرآنی نظامِ ربوبیت نافذ ہو جائے جس میں صفاتِ خداوندی کی روشنی میں ہر انسان کی پوشیدہ صلاحیتیں کامل نشوونما پا سکیں اور اس طرح "زمین اپنے پرورش دینے والے کے نور سے جگمگا اٹھے" ۔

اگر آپ طلوعِ اسلام کے اس مسلک اور مقصد سے متفق ہیں تو اس پیغام کو عام کرنے میں طلوعِ اسلام کا ساتھ دیجئے

اس شمارے میں

★ مرکز ★ مظلوم ہندی مسلمان ★ صدر مملکت پاکستان ★ نہ من تنہا دریں میخانہ مستم ★ طلوع اسلام کا مستقبل ★ مشورہ طلب
★ پختونستان ★ کشمیر، روس، امریکہ ★ دور جدید کے صالحین ★ روسی ہندی بھائی بھائی ★ درس بخاری
★ حقائق و عبر ★ باب المراسلات ★ مجلس اقبال ★ بین الاقوامی جائزہ ★ عالم اسلامی

ISLAMIC CONSTITUTION

(LETTER No. 3.)

Dear Brother,

I have had the pleasure and privilege of writing to you twice during recent months about the shape of constitution of the Islamic State of Pakistan. The first letter gave the Basic Provisions of an Islamic Constitution; the second letter brought out essential points bearing on the framing of the constitution. The Constitution of Pakistan is, in my view, to be a happy blending of Permanence and Change. The Holy Quran has given permanent and immutable principles for all time to come and all places; the Traditions of the Holy Prophet and his companions and the Fiqh of the later jurists contain instructions subsidiary to the Quranic principles, which are liable to change with changed conditions and localities.

The late Dr. Sir Mohammad Iqbal conceived and originated the idea of Pakistan, and was best fitted to guide your efforts in giving a constitution for the State. But he is gone. Fortunately his writings contain hints which are most illuminating. Here is an extract from his "Reconstruction of Religious Thought in Islam", page 163-4 (Oxford Edition) :—

> " For our present purposes, however, we must distinguish traditions of a purely legal import from those which are of a non-legal character. With regard to the former, there arises a very important question as to how far they embody the pre-Islamic usages of Arabia which were in some cases left intact, and in others modified by the Prophet. It is difficult to make this discovery, for our early writers do not always refer to pre-Islamic usages. Nor is it possible to discover that the usages, left intact by express or tacit approval of the Prophet, were intended to be universal in their application. Shah Wali Ullah has a very illuminating discussion on the point. I reproduce here the substance of his view. The prophe tic method of teaching, according to Shah Wali Ullah, is that, generally speaking, the law revealed by a prophet takes especial notice of the habits, ways, and peculiarities of the people to whom he is specifically sent. The prophet who aims at all-embracing principles, however, can neither reveal different principles for different peoples, nor leaves them to work out their own rules of conduct. His method is to train one particular people, and to use them as a nucleus for the building up of a universal Shari'at. In doing so he accentuates the principles underlying the social life of all mankind, and applies them to concrete cases in the light of the specific habits of the people immediately before him. The Shari'at values (Ahkam) resulting from this application (e.g. rules relating to penalties for crimes) are in a sense specific to that people; and since their observance is not an end in itself they cannot be strictly enforced in the case of future generations. It was perhaps in view of this

Continued on Title page 3.

قرآنی نظامِ ربوبیت کا پیامبر

ہفت روزہ

طلوعِ اسلام

جلد ۸	۲۴ دسمبر ۱۹۵۵ء	نمبر ۴۷

مرکز

(کمزور یا طاقتور)

دستورِ پاکستان کی تدوین کے سلسلہ میں سب سے اہم نقطہ مرکز سے متعلق ہے۔ یعنی یہ سوال کہ مرکز مضبوط ہو یا کمزور۔ یہ چیز تو اصولاً طے ہو چکی ہے کہ پاکستان کے مشرقی اور مغربی دونوں خطوں کو مرکز کے اندر رہتے ہوئے زیادہ سے زیادہ حقِ خود اختیاری دیا جائے۔ مرکز ان دونوں خطوں کے درمیان ربط، اتحاد اور تعاون کا ذریعہ ہوگا۔ اس لئے اس مسئلہ کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے کہ مرکز کس قسم کا ہونا چاہیئے۔

قارئین کو یاد ہوگا کہ طلوعِ اسلام نے دستور کے متعلق جو تجاویز سب سے پہلے پیش کی تھیں ان میں زیادہ زور اسی پر دیا گیا تھا کہ پاکستان کی حکومت وحدانی (UNITARY) انداز کی ہونی چاہیئے۔ یہ بات تشکیلِ پاکستان کے ابتدائی دور کی تھی جب یہ سمجھا جاتا تھا کہ پاکستان کے مختلف حصوں میں بسنے والے تمام مسلمان اشتراکِ دین کے احساس کی بنا پر ایک قوم بن چکے ہیں اور مشرق و مغرب کی تمیز یا مختلف صوبوں کے غیر فطری خطوط و حدود ذہنوں سے محو ہو چکے ہیں۔ اسی خیال کے ماتحت ہم نے کل پاکستان کیلئے وحدانی انداز حکومت تجویز کی تھی۔ اگرچہ یہ حدیث بڑی دل خراش ہے لیکن جب یہ حقیقت بن کر سامنے آ چکی ہے تو اس کے تسلیم اور بیان کرنے میں اب کوئی حجاب اور تامل نہیں ہونا چاہیئے کہ ان سات آٹھ سال کے واقعات نے ثابت کر دیا ہے کہ یہ خیال غلط تھا۔ اہلِ پاکستان کا یہ دعوےٰ کہ وہ بربنائے مذہب ایک قوم کے افراد ہیں اور ان میں نسلی، لسانی، جغرافیائی، صوبائی امتیازات ختم ہو چکے ہیں، محض زبانوں تک محدود تھا۔ دل کی گہرائیوں میں وہ اس کے خلاف محسوس کرتے اور سوچتے تھے۔ اگر ہم اپنے قلب اور زبان میں یہ اختلاف پیدا نہ کرتے اور جو کچھ ہمارے دلوں کے اندر تھا اسے پہلے ہی زبان پر لے آتے تو ہمیں ان مشکلات کا سامنا نہ کرنا پڑتا جو اس سات آٹھ سال کے عرصہ میں اس نوزائیدہ مملکت کے لئے وجہ ہزار دردِ سر بنی ہوئی ہیں لیکن حقیقت اس طرح سے چھپائے کہیں چھپ سکتی ہے؟ واقعات آہستہ آہستہ ہمارے عزائم کو بے نقاب کرتے چلے گئے تا آنکہ یہ راز کھل کر سامنے آ گیا کہ بربنائے مذہب ایک قوم بن جانے کا ہمارا دعویٰ محض الفاظ تک محدود تھا۔ ان حقائق کی روشنی میں ہم بھی اپنی پہلی تجویز کو بدل دینے پر مجبور ہو گئے۔ چنانچہ اس کے بعد ہم نے یہ تجویز پیش کی کہ بحالات موجودہ ہمارے کشود کار کی یہی صورت ہے کہ مشرق اور مغرب دونوں خطوں کو داخلی آزادی دیدی جائے۔

ظاہر ہے کہ اگر مشرق اور مغرب میں وہ بُعد نہ ہوتا جس کی طرف ہم نے اوپر اشارہ کیا ہے تو نہ ان دونوں بازوؤں میں داخلی خود اختیاری کا سوال پیدا ہوتا اور نہ ہی اس کے بعد یہ مسئلہ سامنے آتا کہ مرکز کو مضبوط ہونا چاہیئے، یا کمزور۔ لیکن جب ہم، ان ناخوش آیند حالات کی بنا پر جو ہم سب کے سامنے ہیں، دونوں خطوں میں داخلی خود اختیاری تک آ چکے ہیں تو اس کے بعد مرکز کے مسئلہ پر بھی غور کرنا ہی ہوگا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اس اہم مسئلہ کا فیصلہ خالص حقائق کی بنا پر کریں اور اپنے جذبات کو اس میں دخل انداز نہ ہونے دیں۔

مضبوط مرکز کے معنی یہ ہیں کہ زیادہ سے زیادہ امورِ مملکت مرکز کی تحویل میں رہیں۔ ظاہر ہے کہ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ مشرق اور مغرب کے بہت سے مفاد مشترک ہوں گے۔ لیکن یہ حقیقت بادنیٰ تعمق نکھر کر سامنے آ جائے گی کہ یہ اشتراکِ مفاد ہی تھا جس نے ان آٹھ سال کے عرصہ میں مشرق اور مغرب کی خلیج کو اس قدر وسیع اور گہرا کر دیا۔ ہمارے نزدیک اس خلیج کا اولین ذمہ دار وہ شخص تھا جس کے ذہن میں یہ تجویز آئی تھی کہ ملازمتوں اور دیگر شعبوں میں ملک کے مختلف خطوں اور صوبوں کی متناسب نمایندگی ہونی چاہیئے۔ اس صوبائی تناسب کے اصول نے مختلف خطوں کے باشندوں کے دل میں باہمی رقابت کا جذبہ ابھارا جو آہستہ آہستہ نفرت اور بعد میں، ہماری انتہائی بدقسمتی سے، بیگانگی تک میں تبدیل ہو گیا۔ اب ظاہر ہے کہ مشرق اور مغرب کے جس قدر مفاد مشترک ہوں گے اسی قدر ان کی باہمی رقابت زیادہ ہوگی۔ ان حالات کے پیشِ نظر یہ کہا جائے گا کہ مرکز کو بہت کمزور رکھنا چاہیئے۔

ہمیں ان اسباب سے بھی اتفاق ہے جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے اور اس نتیجے سے بھی جو ان اسباب سے لازمی طور پر مستنبط ہوتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اس حقیقت کا بھی احساس ہے کہ کمزور مرکز، مملکت کی سالمیت کے لئے بڑا مخدوش ثابت ہوگا۔ مرکز وہ بندھن ہے جس سے جھاڑو کے مختلف تنکے ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ رہتے ہیں۔ جس قدر یہ بندھن مضبوط ہوگا ان تنکوں کی وابستگی بھی مستحکم ہوگی۔ اگر بغور دیکھا جائے تو پاکستان سے مفہوم ان دونوں خطوں کا الگ الگ وجود نہیں بلکہ وہ مرکز ہے جو ان خطوں کی جامعیت کا باعث بنتا ہے۔ خود بیرونی ممالک میں بھی پاکستان کا وقار اسی صورت میں قائم رہ سکتا ہے کہ مرکز، زیادہ سے زیادہ معاملات میں دیگر اقوام سے معاملہ کرنے میں آزاد اور مستحکم واقع ہو۔ اگر ایسا ہو کہ مرکز کسی بات میں کسی بیرونی سلطنت سے کوئی معاملہ کرے اور اس کے دونوں بازوؤں میں سے کوئی ایک بازو، اپنی داخلی خود اختیاری کی بنا پر، اس فیصلہ کو ماننے سے انکار کر دے یا اس کی عملی تنفیذ میں پس و پیش، یا کم دستکاری کرے، تو اس کی ساری بدنامی مرکز یعنی مملکتِ پاکستان کے سر آئے گی۔ ان حالات میں ہم سمجھتے ہیں کہ پاکستان کے استحکام اور پورے ملک کی مرفہ الحالی اور سرفرازی کے لئے ضروری ہے کہ مرکز، زیادہ سے زیادہ مضبوط رکھا جائے۔

لیکن اس کے ساتھ ہی ایک اور اہم حقیقت بھی ہے جسے ہم اسی وقت سامنے لانا ضروری سمجھتے ہیں۔ وہ حقیقت یہ ہے کہ مرکز نے اس آٹھ سال میں کوئی ایسا ٹھوس قدم نہیں اٹھایا جس سے مشرق اور مغرب کا بُعد کم ہوتا اور مسلمانانِ پاکستان دینی اشتراک کی بنا پر ایک قوم بننے کی طرف زیادہ سے زیادہ مائل ہوتے۔ اس کے برعکس مرکز نے بدقسمتی سے جیسا کہ شروع میں لکھا گیا ہے، صوبائی تناسب کے فیصلے سے اس بُعد کو وسیع سے وسیع تر کر دیا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم مشرق اور مغرب میں اس انداز کی تعلیم رائج کریں جس سے ہمارے بچوں کے دل میں یہ حقیقت اچھی طرح سے جاگزیں ہو جائے کہ ملکوں اور خطوں کی نسبت سے الگ الگ گروہوں کا تصور قرآن کی رو سے شرک ہے اور مختلف خطوں میں بسنے والے مسلمان دین کی وحدت کی بنا پر ایک قوم کے افراد ہیں۔ اگر ہم نے اپنی تعلیم میں یہ بنیادی تبدیلی پیدا کر دی اور مشرق و مغرب کے اختلاط کے لئے دیگر مناسب ذرائع بھی اختیار کئے

تو موجودہ خلیج کو پاٹ کر ان دونوں خطوں کے مسلمانوں کو ملت واحدہ کے قالب میں ڈھال لینا کچھ بھی مشکل نہیں ہوگا۔

مختصر الفاظ میں ہمارے نزدیک مضبوط مرکز اور مشرق اور مغرب میں احساس وحدت کو زیادہ سے زیادہ بیدار کرنے کے لئے عملی ذرائع ہی میں پاکستان کا استحکام اور اہل پاکستان کے مستقبل کی تابناکی کا راز پوشیدہ ہے۔

مظلوم ہندی مسلمان

ہندوستان کی سکولر مملکت میں مسلم کشی کی جو آتش خاموش اندر ہی اندر سلگ رہی تھی بالآخر اس کے شعلے ابھر کر سامنے آنے شروع ہو گئے ہیں۔ اب اخبارات میں خبریں آرہی ہیں کہ وہاں کے ہندوؤں نے مسلمانوں کو علانیہ شدھی کرنا شروع کر دیا ہے۔ شدھی کی یہ ملعون تقریبات بڑی دھوم دھام سے منائی جاتی ہیں۔ جلسے ہوتے ہیں تقریریں کی جاتی ہیں۔ جلوس نکالے جاتے ہیں۔ اور ایسا کرنے والوں کو ملک کے تمام گوشوں سے تبریک اور تہنیت کے پیغام موصول ہوتے ہیں۔ اسی تحریک کا دوسرا حصہ یا جزو لازم یہ ہے کہ مختلف دیہات میں ہندو مسلم فسادات کے نقاب میں، ہندو اکثریت مسلم اقلیت پر حملے کرتی ہے اور ان کے جان ومال کو تباہ کر دیا جاتا ہے۔ اس کے بعد مسلمانوں سے کہا جاتا ہے کہ اس قتل وغارت گری سے بچنے کا علاج ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ انہیں چاہیئے کہ وہ پھر سے اپنے آباد اجداد کا مذہب (ہندومت) قبول کر کے ملک کی حکمران قوم کا جزو بن جائیں۔ آپ کو یاد ہوگا کہ "مہاتما" گاندھی نے تقسیم ہند کے وقت ہندوؤں سے بڑی لجاجت سے کہا تھا کہ وہ شہروں میں بسنے والے مسلمانوں کا خیال تو چھوڑ دیں (کہ وہ اپنے متعلق جو فیصلہ چاہیں کریں) لیکن دیہات میں بسنے والے مسلمانوں سے اس قسم کا سلوک ہرگز ہرگز نہ کریں کہ وہ ان کے ہاتھوں تنگ آ کر ترک وطن پر آمادہ اور پاکستان کی طرف جانے کے لئے تیار ہو جائیں۔ انہوں نے ہندوؤں سے پرزور الفاظ میں کہا تھا کہ انہیں ہر ممکن کوشش کرنی چاہیئے کہ یہ مسلمان دیہات میں رہیں۔ "مہاتمائیت" کے اس بظاہر ہمدردانہ نقاب کے پیچھے جو مصلحت کوشیاں کام کر رہی تھیں ارباب نظر نے انہیں اسی زمانہ میں بھانپ لیا تھا۔ وہ جانتے تھے کہ شہروں میں بسنے والے مسلمان پھر بھی کسی نہ کسی حد تک سیاسی اور ملی شعور رکھتے ہیں۔ اس لئے انہیں ہندو جاتی میں مدغم کر لینا آسان نہیں۔ نیز شہروں میں جو کچھ کیا جائے اس کا چرچا بہت جلد عام ہو جاتا ہے اور زیادتی کرنے والی قومیں، بین الاقوامی حلقوں میں بدنام ہو جاتی ہیں۔ اس کے برعکس دیہات میں بسنے والے مسلمان جاہل بھی ہیں اور بے حد غریب بھی۔ وسائل رسل و رسائل کی کمی کی وجہ سے ایک جگہ کے رہنے والوں کا دوسری جگہ کے مسلمانوں سے باہمی ربط بھی نہیں۔ پھر وہ اس گمنامی کی حالت میں زندگی بسر کرتے ہیں کہ وہاں جو کچھ کیا جائے اس کی خبر باہر بمشکل آتی ہے۔ لہذا دیہات میں بسنے والے مسلمانوں کو پھر سے ہندو بنا دینا چنداں دشوار نہیں ہوگا۔ یہ تھا وہ "مقدس" مقصد جس کے لئے مہاتمائیت کا جذبہ ہمدردی انسانیت اس طرح ابھرا تھا اور انہوں نے ہندوؤں کو تلقین کی تھی کہ دیہات میں بسنے والے مسلمانوں سے اس قسم کا سلوک ہرگز نہ کیا جائے کہ وہ ہندوستان چھوڑ کر پاکستان چلے جائیں۔ اگر وہ پاکستان چلے گئے تو پھر ہم ہندو کسے بنائیں گے؟ اس پالیسی کے مطابق وہاں کے ہندوؤں نے کچھ وقت کے لئے ایسا طرز عمل اختیار کیا کہ دیہات میں بسنے والے مسلمانوں نے اپنے آپ کو محفوظ اور مامون سمجھا۔ اس کے بعد رفتہ رفتہ اس قسم کے حربے شروع کر دیئے گئے جن سے دیہات کے مسلمان ہندومت اختیار کرنے پر مجبور ہو جائیں۔ یہ وہ منظم سازش تھی جو اب عالمگیر شدھی کی تحریک کے لباس میں ہندوستان میں منظر عام پر آ رہی ہے۔

ہندوستان کا مسلمان بے کس اور بے بس۔ مجبور ومقہور۔ اور غریب ولاچار ہے۔ سوال یہ ہے کہ انہیں ہندوؤں کے دست تطاول سے بچانے کے لئے کیا کیا جائے؟ تحریک پاکستان کے دوران میں جب یہ سوال اٹھتا تھا کہ اگر اکثریت کے علاقوں کے مسلمانوں نے اپنی آزاد مملکت قائم کر لی تو اقلیت کے صوبوں میں بسنے والے مسلمانوں کا کیا حشر ہوگا تو اس کا جواب یہ دیا جاتا تھا کہ پاکستان کی قوت، ہندوستان کے صوبوں میں بسنے والے مسلمانوں کے تحفظ کی ضامن ہوگی۔ یہ جواب کسی سیاسی حربے کے طور پر نہیں دیا جاتا تھا بلکہ بالکل خلوص پر مبنی تھا۔ لیکن افسوس کہ تشکیل پاکستان کے بعد، جہاں ہماری کئی اور مبارک اور حسین آرزوئیں اب تک شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکیں وہاں ہم اپنے اس جواب کو بھی، جو اس مسئلہ کے متعلق اس زمانے میں دیا جاتا تھا ایک عملی حقیقت نہیں بنا سکے۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ ہم اپنی آنکھوں سے قتل وغارت گری یا اس کے بدلے میں مجبورانہ تبدیلی مذہب کا تماشا خاموش بیٹھ کر دیکھتے رہیں۔ اور اس عذر کی بنا پر کچھ نہ کریں کہ ہمارے پاس اتنی قوت نہیں جس سے ہندوؤں کی ان جبرہ دستیوں کا جواب دیا جا سکے۔ یہ مسئلہ محض ہندوستان اور پاکستان کا نہیں بلکہ بین الاقوامی ذمہ داریوں اور ضمانتوں کا مسئلہ ہے۔ مجلس اقوام متحدہ نے جہاں انسانی حقوق کا بار بار اعلان کیا ہے (اور جنہیں ابھی پچھلے ہفتہ پھر ساری دنیا میں دہرایا گیا ہے) ان میں مذہب کی آزادی ایک اہم حیثیت رکھتی ہے۔ پاکستان کو چاہیئے کہ ہندی مسلمانوں کے اس جبری تبدیلی مذہب کے مسئلہ کو اقوام متحدہ کے سامنے پیش کرے اور اس مسئلہ کا حل یہ بتائے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کو یہ کی اجازت ہونی چاہیئے کہ وہ ترک وطن کر کے مستقل طور پر پاکستان میں آ بسیں۔ ان کا یہ انتقال وطن متحدہ اقوام کی زیر نگرانی اور زیر حفاظت ہونا چاہیئے۔ اور جس قدر نفوس وہاں سے پاکستان کی طرف آئیں ان کے رہنے کے لئے حصہ رسدی علاقہ ہندوستان کی مملکت سے نکال کر پاکستان میں شامل کر دیا جائے۔ ظاہر ہے کہ یہ علاقہ پاکستان کی موجودہ حدود سے ملحق ہوگا۔ بالفاظ دیگر، پاکستان کی موجودہ حدود کو ہندوستان کی طرف اس طرح پھیلا دیا جائے کہ ہندوستان کے جو مسلمان مستقل طور پر ادھر آنا چاہیں وہ اس علاقہ میں آباد ہو سکیں۔ یہ وہ تجویز ہے جسے طلوع اسلام نے اس سے بہت پہلے پیش کیا تھا اور اسے کئی بار دہرایا بھی تھا لیکن افسوس کہ ہمارے ارباب بست وکشاد نے اس اہم مسئلہ پر کوئی توجہ نہ دی جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہندوستان میں کھلم کھلا مسلمانوں کو ہندو بنایا جا رہا ہے۔ ہندوستان کے مسلمانوں کا ہم پر دوہرا حق ہے۔ ایک تو مسلمان ہونے کی حیثیت سے اور دوسرے اس حیثیت سے کہ حصول پاکستان میں ان کا بہت بڑا حصہ ہے۔ لہذا ہم پر بھی ان کی طرف سے دوہرا فریضہ عائد ہوتا ہے۔ اگر ہم نے اس اہم فریضہ کی ادائیگی میں کچھ بھی تساہل برتا تو ہم دنیا میں ذلیل وخوار ہو جائیں گے۔ اور خدا کے حضور خاسر وشرمسار۔

ہم اپنے ارباب حکومت سے پرزور الفاظ میں درخواست کریں گے کہ وہ غیرت اسلامی اور ناموس انسانیت کی خاطر اس اہم ترین سوال کی طرف فوری توجہ منعطف کریں۔ ملک کے ارباب فکر ونظر سے بھی ہماری درخواست ہے کہ وہ اس مسئلہ کو اپنی فوری توجہ کا مرکز بنائیں اور اس کے اس حل کے لئے جس کی طرف اوپر اشارہ کیا گیا ہے، ملک میں عام بیداری پیدا کریں۔ ہندوستان کا مسلمان ملت اسلامیہ کی بڑی قیمتی متاع ہے اور اس کا تحفظ ہمارا انسانی اور دینی فریضہ۔ وہاں کا مظلوم مسلمان، خاموش نگاہوں سے پاکستان کی طرف تک رہا ہے، اور بار بار بے صوت صداؤں سے پوچھتا ہے کہ تمہاری مدد کب تک پہنچے گی؟

دیکھیں یہاں سے مظلوموں کی اس پکار کا جواب کب ملتا ہے؟

صدر مملکت پاکستان

متحدہ محاذ کے لیڈر، محترم فضل الحق صاحب نے اپنے ایک حالیہ بیان میں ارشاد فرمایا ہے کہ کراچی کے ایک اخبار نے میری طرف غلط بات منسوب کی ہے کہ میں نے کہا ہے کہ مملکت پاکستان کا صدر ایک ہندو بھی ہو سکتا ہے۔ میں نے کوئی ایسی بات نہیں کہی:

اتنا پڑھ کر ہمیں اطمینان ہوا کہ غنیمت ہے کہ محترم فضل الحق صاحب نے ایسی بات نہیں کہی لیکن ان کے بیان کا اگلا فقرہ یہ ہے کہ "میں نے صرف اتنا کہا تھا کہ دستور پاکستان میں متعین طور پر یہ نہیں لکھنا چاہیئے کہ صدر مملکت کسی خاص ملت کا فرد ہو سکے گا"۔

آپ سوچئے کہ کیا اس کا مطلب وہی نہیں جس کی تردید فضل الحق صاحب اپنے بیان کے پہلے فقرے میں فرما رہے ہیں؟ جب دستور پاکستان میں متعین طور پر یہ نہیں لکھا جائے گا کہ صدر مملکت مسلم ہی ہوگا تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اس دستور کی رو سے ہر مذہب وملت کا فرد صدر مملکت ہو سکے گا!

فضل الحق صاحب کے اس ابتدائی خود تخالف کے بعد آگے بڑھئے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میرے ایسا کہنے کی وجوہات یہ ہیں کہ پاکستان میں ہندو اقلیت میں ہیں۔ مشرقی پاکستان میں ان کی آبادی پندرہ فی صدی ہے اور کل پاکستان میں قریب سات فی صدی۔ اس لئے عملاً یہ ناممکن ہے کہ کوئی ہندو صدر مملکت پاکستان منتخب ہو سکے۔ لہذا جو بات عملاً ناممکن ہو اسے خواہ مخواہ دستور میں شامل کر کے ہم دیگر اہل مذاہب کو مشتعل

اور دنیا کے سامنے اپنے تعصب کا مظاہرہ کیوں کریں؟

پہلے تو یہی بات غلط ہے کہ جن لوگوں کی آبادی کسی ملک میں صرف سات فی صدی ہو یہ عملاً ناممکن ہے کہ ان کا کوئی فرد صدرِ مملکت منتخب ہو سکے۔ پاکستان میں تقریب پچانوے فی صدی آبادی غریبوں کی ہے اور امیروں کا طبقہ پانچ فی صدی یا اس سے بھی کم پر مشتمل ہے لیکن اس کے باوجود یہاں پورا پورا اقتدار طبقہ رجو انتخاب کے ذریعے اقتدار کی کرسیوں پر متمکن ہوتا ہے اسی پانچ فی صدی گروہ کا نمایندہ ہوتا ہے۔ پچانوے فی صدی کا نہیں۔ جب یہاں صورتِ حالات یہ ہو تو یہ کہنا کہ اس ملک کی سات فی صدی آبادی کے لیے یہ عملاً ناممکن ہے کہ وہ اپنا نمایندہ انتخاب میں کامیاب کرا سکے، خود فریبی نہیں تو اور کیا ہے؟

اور آگے بڑھیے۔ امریکہ اور برطانیہ میں یہودیوں کی آبادی کے فی صدی ہے؟ لیکن اس کے باوجود ان کا اثر اس قدر غالب ہے کہ دونوں مملکتوں کی مشینری انہی کے ایما پر چلتی ہے اور انتخابات میں وہی کامیاب ہوتا ہے جسے وہ کامیاب کرانا چاہیں۔ مشرقی بنگال کے ہندوؤں کی یہاں وہی پوزیشن ہے جو وہاں یہودیوں کی ہے۔ ان حالات غور کیجئے کہ انہیں صدرِ مملکت کے منصب کے لئے قانوناً نا اہل قرار دے دینا کیا معنی رکھتا ہے؟

لیکن اصل سوال یہ نہیں کہ یہاں عملاً ایسا ممکن ہے یا نہیں۔ اصل سوال یہ ہے کہ اسلام کی رُو سے ایک اسلامی مملکت کا صدر غیر مسلم ہو سکتا ہے یا نہیں۔ ہم اپنی قرآنی بصیرت کی بنا پر دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ جس مملکت کی بنیاد اسلام کی آئیڈیالوجی پر ہو اس کا صدر کوئی غیر مسلم ہو نہیں سکتا ایسا ہونا اسلام کی اصولی تعلیم کے یکسر خلاف ہے۔ اسلامی آئیڈیالوجی تو بہت بڑی چیز ہے۔ ہم پوچھتے یہ ہیں کہ کیا اشتراکی آئیڈیالوجی کی رُو سے یہ ممکن ہے کہ روس کا صدر کوئی ایسا شخص ہو سکے جو اشتراکیت کو قابلِ قبول نہ سمجھتا ہو؟ اور نیچے اتریئے۔ انگلستان کی مملکت کسی آئیڈیالوجی پر استوار نہیں لیکن ان کے دستور میں یہ شق موجود ہے کہ وہاں کا بادشاہ عیسائی ہوگا اور عیسائیوں میں بھی پروٹسٹنٹ فرقہ کا متبع۔

مقامِ حیرت ہے کہ نہ تو اشتراکی اپنے اس اعلان سے شرماتے ہیں کہ ہمارے ہاں کوئی غیر اشتراکی رئیس مملکت نہیں بن سکتا۔ اور نہ ہی انگلستان کے غیر پروٹسٹنٹ باشندے اس بات سے مشتعل ہوتے ہیں کہ وہاں کا بادشاہ بالضرور پروٹسٹنٹ ہوگا۔ لیکن ہمارے مسلم رہنما ہیں کہ انہیں اس قسم کے اعلان کے تصور سے ڈر لگتا ہے کہ اس سے ہندو مشتعل ہو جائیں گے اور دنیا میں انہیں تنگ نظر کہا جائے گا۔ ہم ان حضرات کی خدمت میں کھلے الفاظ میں کہنا چاہتے ہیں کہ اس قسم کی مستقل کشمکش کے بجائے آپ ایک مرتبہ سوچ سمجھ کر فیصلہ کیوں نہیں کر لیتے کہ آیا آپ کو وہ کچھ کرنا ہے جو اسلام کی رو سے حق ہے یا آپ نے یہ دیکھنا ہے کہ ہندو کس بات سے خوش ہوتا ہے اور دنیا آپ کو کیا کہتی ہے؟ اس ایک فیصلہ کے بعد آپ حضرات اس کشمکش سے چھوٹ جائیں گے جو آپ کو "دیر و حرم" کے درمیان اس طرح معلق رکھ کر آپ کی زندگی کو اجیرن بنائے ہوئے ہے، اور قوم اس غلط فہمی سے بچ جائے گی جس میں وہ آپ حضرات کے متعلق اکثر مبتلا رہتی ہے۔

خدا آپ کو اس قسم کے جرأت مندانہ فیصلہ کی توفیق عطا فرمائے!

اسلامی دستور کی بنیاد

ہر دستور اور نظام کی ایک بنیاد ہوتی ہے۔ جب تک اس بنیاد کو نہ سمجھا جائے اس دستور کی تدوین یا اس نظام کی تشکیل میں ایک قدم بھی صحیح سمت کی طرف نہیں اٹھایا جا سکتا۔ سوال یہ ہے کہ اسلامی دستور کی بنیاد کیا ہے؟ اس سوال کے جواب کے لئے یہ دیکھنا ہوگا کہ اسلام نے زندگی اور اس کی حقیقت کے متعلق کیا اصول بیان کیا ہے۔ یہی اصول اسلامی دستور کی بنیاد ہوگا۔

قدیم یونانی فلسفہ نے بتایا کہ کائنات ایک جامد اور مکمل شکل میں موجود ہے؛ اس میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا۔ نہ ہی حرکت و ارتقاء۔ مغرب کے نظریہ مادیت (MATERIALISM) نے کہا کہ زندگی اور شعور مادہ کی پیداوار ہے اور چونکہ مادہ میں ہر آن تغیر رونما ہوتے رہتے ہیں اس لئے کائنات میں کوئی ایسی شے نہیں جو تغیر پذیر نہ ہو۔ قرآن نے بتایا کہ زندگی ثبات (PERMANENCE) اور تغیر (CHANGE) کے امتزاج سے عبارت ہے۔ اس کا سرچشمہ ازلیں، ماورائے مادہ، لہٰذا تغیرات سے غیر متاثر ہے۔ لیکن اس کی نمود متنوع اور متبدل ہوتی ہے۔ اس لئے ثبات اور تغیر دونوں اس کے تقاضے ہیں۔ ثبات سے مراد وہ مستقل اقدار ہیں۔ جو زمان اور مکان (TIME AND SPACE) کی حدود سے ماوراء ہیں اور تغیر سے مفہوم وہ محسوس پیکر ہیں جن میں مستقل اقدار کی نمود ہوتی ہے اور جو زمان و مکان کے ساتھ ساتھ بدلتے رہتے ہیں۔

یہ ہے زندگی کا وہ اصول جسے قرآن نے پیش کیا۔

لہٰذا وہی دستور اسلامی کہلا سکے گا جو ثبات اور تغیر دونوں کے امتزاج سے ترکیب پائے۔ ثبات سے مراد ہیں وہ غیر متبدل اصول جو قرآن کے اندر محفوظ ہیں اور جو زمان و مکان کے تغیرات سے اثر پذیر نہیں ہوتے۔ اور تغیر سے مقصود ہیں وہ جزئی قوانین جو ان غیر متبدل اصولوں کے حدود کے اندر، ہر زمانے کی ضرورتوں کے لحاظ سے مرتب کئے جائیں۔ قرآن کے اصول ہمیشہ غیر متبدل رہیں گے لیکن ان کی روشنی میں مرتب کردہ قوانین، زمانے کے تقاضوں کے مطابق بدلتے رہیں گے۔

یہ ہے اسلامی دستور کا بنیادی نقطہ۔ اگر یہ نگاہوں سے اوجھل ہو جائے تو اس دستور کی تدوین میں ایک قدم بھی صحیح سمت کی طرف نہیں اٹھایا جا سکتا

مغرب کی غلطی یہ تھی کہ اس نے مستقل اقدار (غیر متبدل اصولِ حیات) کو نظر انداز کر دیا اس کا نتیجہ وہ اضطراب و عدم سکون ہے جو ہر طرف پھیلا ہوا ہے

مسلمانوں کی غلطی یہ ہے کہ انہوں نے "تغیر" کے اصول کو نظر انداز کر دیا جس سے ان کی زندگی کے ہر شعبہ پر جمود اور تعطل طاری ہو گیا

جب تک مغرب اپنے ہاں مستقل اقدار کو ہیئت اجتماعیہ کی بنیاد نہیں بنائے گا اور مسلمان زندگی کے بدلتے ہوئے تقاضوں کی اہمیت نہ سمجھے گا دنیا اس متوازن ارتقاء سے محروم رہے گی جو ثبات و تغیر کے حسین امتزاج کا فطری نتیجہ ہے۔ طلوع اسلام کی دعوت اس قسم کے دستور کی تدوین کے لئے ہے جو ثبات و تغیر کے اس حسین امتزاج کا مظہر ہو۔

مطالبہ

جن لوگوں کا یہ مطالبہ ہے کہ پاکستان کا دستور "کتاب و سنت" پر مبنی ہونا چاہیئے، ان سے پوچھیئے کہ سُنت کسے کہتے ہیں اور وہ کس کتاب میں ملے گی۔ اگر وہ کہیں کہ سُنت رسول اللہ کے ثابت شدہ طریقہ کو کہتے ہیں تو ان سے پوچھیئے کہ

(۱) یہ ثابت شدہ طریقہ کس کتاب میں درج ہے۔

(۲) اسے کس نے ثابت کیا تھا۔

(۳) اس کی سند کیا ہے کہ یہ رسول اللہ کا ثابت شدہ طریقہ ہے اور

(۴) کیا پاکستان کے تمام مسلمان اس طریقہ کو ثبت شدہ تسلیم کرتے ہیں یا ایسے گروہ بھی ہیں جو کسی اور طریقہ کو ثابت شدہ سمجھتے ہیں۔

"کتاب و سنت" کا مطالبہ کرنے والوں کو ان سوالات کا جواب دینے سے گریز نہیں کرنا چاہیئے۔ یاد رکھئے اگر دستور میں ان امور کی واضح الفاظ میں تصریح نہ ہوئی تو اس سے ملک عجیب کشمکش میں مبتلا ہو جائے گا۔

نہ من تنہا دریں میخانہ مستم

طلوع اسلام کا مسلک یہ ہے کہ دین کے غیر متبدل اور ابدی اصول قرآن کریم کے اندر ہیں اور ہر زمانے کا اسلامی نظام اپنے زمانے کے حالات کے مطابق، ان اصولوں کی جزئیات مرتب کر سکتا ہے۔ سب سے پہلے نبی اکرم نے ان جزئیات کو مرتب فرمایا۔ اگر بعد کے زمانے کا اسلامی نظام یہ سمجھے کہ اس زمانے کے حالات کا تقاضا ہے کہ ان جزئیات میں کچھ تبدیلی کر لی جائے تو وہ ایسا کرنے کا مجاز ہے (جیسا کہ حضرت عمرؓ نے رسول اللہ کے بعض فیصلوں میں تبدیلی کی تھی) ہمارے مخالفین کا کہنا یہ ہے کہ اس مسلک سے انکارِ حدیث لازم آتا ہے۔ اس لئے

وہ طلوع اسلام کو "منکر حدیث" کہتے ہیں۔ آیئے دیکھیں کہ یہ مسلک سب سے پہلے طلوع اسلام نے اختیار کیا ہے یا اس سے پہلے بھی کسی نے ایسا کیا ہے۔

علامہ اقبال اپنے خطبات (تشکیل جدید الٰہیات) میں لکھتے ہیں:۔

"احادیث کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جن کی حیثیت قانونی ہے اور دوسری وہ جو قانونی حیثیت نہیں رکھتیں۔ اوّل الذکر کے بارے میں ایک بڑا اہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ کس حد تک ان رسوم و رواج پر مشتمل ہیں جو اسلام سے پہلے عرب میں رائج تھے اور جن میں سے بعض کو رسول اللہ صلعم نے علیٰ حالہٖ رکھا اور بعض میں ترمیم فرما دی۔ آج یہ مشکل ہے کہ ان چیزوں کو پورے طور پر معلوم کیا جا سکے۔ کیونکہ ہمارے متقدمین نے اپنی تصانیف میں زمانۂ قبل از اسلام کے رسوم و رواج کا زیادہ ذکر نہیں کیا۔ نہ ہی یہ معلوم کرنا ممکن ہے کہ جن رسوم و رواج کو رسول اللہ نے علیٰ حالہٖ رکھا خواہ ان کے لئے واضح طور پر حکم دیا ہو یا ویسے ہی ان کا استصواب فرما دیا ہو) انہیں ہمیشہ کے لئے نافذ العمل رکھنا مقصود تھا۔ اس موضوع پر شاہ ولی اللہؒ نے بڑی عمدہ بحث کی ہے جس کا خلاصہ میں یہاں بیان کرتا ہوں۔ شاہ صاحبؒ نے کہا ہے کہ پیغمبرانہ طریق تعلیم یہ ہوتا ہے کہ رسول کے احکام ان لوگوں کے عادات و اطوار اور رسوم و رواج کو خاص طور پر ملحوظ رکھتے ہیں جو اس کے اولین مخاطب ہوتے ہیں۔ پیغمبر کی تعلیم کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ وہ عالمگیر اصول عطا کر دے لیکن نہ تو مختلف قوموں کے لئے مختلف اصول دیئے جا سکتے ہیں اور نہ ہی انہیں بغیر کسی اصول کے چھوڑا جا سکتا ہے کہ وہ اپنے مسلک زندگی کے لئے جس قسم کے اصول چاہیں وضع کر لیں۔ لہٰذا پیغمبر کا طریق یہ ہوتا ہے کہ وہ ایک خاص قوم کو تیار کرتا ہے اور انہیں ایک عالمگیر شریعت کے لئے بطور خمیر استعمال کرتا ہے۔ اس مقصد کے لئے وہ ان اصولوں پر زور دیتا ہے جو تمام نوع انسانی کی معاشرتی زندگی کو اپنے سامنے رکھتے ہیں لیکن ان اصولوں کا نفاذ اس قوم کے عادات و خصائل کی روشنی میں کرتا ہے جو اس وقت اس کے سامنے ہوتی ہے۔ اس طریق کار کی رو سے رسول کے احکام اس قوم کے لئے خاص ہوتے ہیں اور چونکہ ان احکام کی ادائیگی بجائے خویش مقصود بالذات نہیں ہوتی۔ انہیں آنے والی نسلوں پر من وعن نافذ نہیں کیا جا سکتا۔ غالباً یہی وجہ تھی کہ امام اعظم ابو حنیفہؒ نے (جو اسلام کی عالمگیریت کی خاص بصیرت رکھتے تھے) اپنے فقہ کی تدوین میں حدیثوں سے کام نہیں لیا۔ انھوں نے تدوین فقہ میں استحسان کا اصول وضع کیا، جس کا مفہوم یہ ہے کہ قانون وضع کرتے وقت اپنے زمانہ کے تقاضوں کو سامنے رکھنا چاہیئے۔ اس سے احادیث کے متعلق اُن کے نقطۂ نظر کی وضاحت ہو جاتی ہے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے تدوین فقہ میں احادیث سے اس لئے کام نہیں لیا کہ ان کے زمانہ میں احادیث کے کوئی باضابطہ مجموعے مرتب نہیں ہوتے تھے۔ اوّل تو یہی کہنا درست نہیں کہ ان کے زمانے میں احادیث کے مجموعے موجود نہیں تھے۔ امام مالک اور زہری کے مجموعے ان کی وفات سے قریب تیس سال پہلے مرتب ہو چکے تھے۔ لیکن اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ یہ مجموعے امام صاحب تک پہنچ نہیں پائے تھے یا ان میں قانونی حیثیت کی احادیث موجود نہیں تھیں، تو اگر امام صاحب اس کی ضرورت سمجھتے تو وہ احادیث کا اپنا مجموعہ مرتب فرما سکتے تھے، جیسا کہ امام مالک اور ان کے بعد امام احمد بن حنبل نے کیا تھا۔ ان حالات کی روشنی میں میں بھی یہ سمجھتا ہوں کہ ان احادیث کے متعلق جن کی حیثیت قانونی ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کا یہ طرز عمل بالکل معقول اور مناسب تھا اور اگر آج کوئی وسیع النظر مقنن یہ کہتا ہے کہ احادیث ہمارے لئے من وعن شریعت کے احکام نہیں بن سکتیں تو اس کا یہ طرز عمل امام ابو حنیفہؒ کے طرز عمل کے ہم آہنگ ہوگا جن کا شمار فقہ اسلامی کے بلند ترین مقننین میں ہوتا ہے۔"

خطبات اقبال صفحہ ۱۷۲ — ۱۷۳۔

آپ نے غور فرمایا کہ جو مسلک طلوع اسلام نے پیش کیا ہے امام ابو حنیفہؒ، شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور علامہ اقبالؒ کا بھی وہی مسلک تھا۔ اس سے آپ خود ہی فیصلہ کر لیجئے کہ اگر اس مسلک کا نام انکار حدیث ہے تو اس سے کتنی کتنی بڑی ہستیاں منکرین حدیث قرار پاتی ہیں۔

اور طرفہ تماشا یہ کہ خود جماعت اسلامی کے امیر (سید ابو الاعلیٰ مودودی) بھی، جو طلوع اسلام کی مخالفت میں اس قدر پیش پیش ہیں۔ یہی مسلک رکھتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود وہ سب سے بڑے متبع سُنّت ہیں اور طلوع اسلام منکر حدیث ہے۔!

طلوع اسلام کا مستقبل

اس خبر کی اشاعت نے کہ طلوع اسلام اسر دسمبر تک ہفتہ وار شائع ہوگا اور اس کے بعد پھر اسے ماہنامہ میں تبدیل کر دیا جائے گا، قارئین طلوع اسلام کے حلقہ میں جو اضطرابی کیفیت پیدا کر دی ہے اس کا اندازہ ان خطوط سے ہوتا ہے جو ہمیں ان کی طرف سے ہر روز موصول ہو رہے ہیں۔ احباب کا یہ ردعمل بالکل قابل فہم ہے۔ قارئین کا طلوع اسلام سے محض ایک رسالہ اور اس کے خریدار کا تعلق نہیں۔ ان کا تعلق اس سے کہیں گہرا ہے۔ انہیں اس کا شدت سے احساس ہے کہ طلوع اسلام اس تحریک کا ترجمان ہے جس کے ساتھ وہ دل کی گہرائیوں سے وابستہ ہیں۔ اس اعتبار سے طلوع اسلام گویا خود انہی کے افکار و خیالات کا ترجمان ہے۔ لہٰذا کوئی ایسی تبدیلی جو ان کے خیال میں، اس تحریک کی رفتار ترقی کے راستے میں حائل ہو ان کے نزدیک لازمی طور پر ناقابل برداشت ہوگی۔ ان خطوط میں شدتِ جذبات کے اظہار کے ساتھ ساتھ بہت سی تجاویز بھی پیش کی گئی ہیں جن سے مقصود یہ ہے کہ طلوع اسلام کے خسارے کو احباب طلوع اسلام کس طرح پورا کریں۔

ہمیں ان احباب کے جذبات کا احترام اور ان کے مشوروں کی قدر ہے لیکن ہمیں افسوس ہے کہ ان سے اصل مقصود کسی اطمینان بخش طریقہ سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ ہم نے اس تبدیلی کا فیصلہ عجلت میں نہیں کیا۔ ہم مسلسل اس خسارے کو برداشت کرتے رہے اور اس کے ساتھ پیہم اس کوشش میں رہے کہ اس گرداب سے نکلنے کی کوئی اطمینان بخش صورت پیدا ہو جائے لیکن ابھی تک ایسا نہیں ہو سکا۔ اس لئے یہ فیصلہ اس وقت کیا گیا ہے جبکہ ہمارے سامنے اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں رہا۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ ہم اس کشمکش میں حتمی طور پر سپر انداز ہو چکے ہیں۔ صورتِ حالات کو بہتر بنانے کی ہماری کوششیں مسلسل جاری رہیں گی اور جس وقت بھی کوئی ایسی شکل پیدا ہو گئی جس سے ہم نے سمجھ لیا کہ اب ہم مستقل طور پر اس مشکل پر قابو پانے کے قابل ہو گئے ہیں، ہم اس فیصلہ پر نظر ثانی کریں گے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہم اس وقت اُردو طلوع اسلام کو پھر ہفتہ وار کر دیں اور یہ بھی کہ اُردو میں اسے ماہنامہ ہی رہنے دیا جائے اور اس کا ہفتہ وار ایڈیشن انگریزی میں شائع کیا جائے۔ یا ان کے علاوہ کوئی اور شکل اختیار کی جائے۔

بعض دوستوں نے یہاں تک بھی لکھ دیا ہے کہ طلوع اسلام کی یہ پسپائی (یعنی ہفتہ وار سے پھر ماہنامہ کی طرف رجعت) ہماری تحریک کی شکست کے مرادف ہے اور چونکہ ہم حق پر ہیں اس لئے ہمارا آگے بڑھا ہوا قدم پیچھے نہیں ہٹنا چاہیئے۔ ان کا جذبہ صحیح ہے لیکن یہ نتیجہ درست نہیں۔ اگر میدان جہاد میں کسی مرد مجاہد کا ترکش تیروں سے خالی ہو جائے اور وہ اس وجہ سے پیچھے ہٹ کر کسی مقام میں پناہ لے لے تو اسے نہ اس کی پسپائی کہا جائے گا نہ حق کی شکست۔

اس وقت جبکہ آئین سازی کا کام مملکت کے پیش نظر اور زیر غور ہے، ضرورت تھی کہ دستور سے متعلق قرآنی نقطۂ نگاہ متعلقہ حضرات کے سامنے آتا رہتا۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ اس ضمن میں محترم پرویز صاحب، اراکین مجلس آئین ساز کو مسلسل خطوط لکھ رہے ہیں (یہ خطوط طلوع اسلام میں بھی شائع کئے گئے ہیں)۔

(باقی صفحہ ۱۵ پر دیکھئے)

"روسی ہندی بھائی بھائی"

ابھی زیادہ دیر نہیں ہوئی کہ ہندوستان کی فضا "چینی ہندی بھائی بھائی" کے نعروں سے گونج اٹھی تھی۔ یہ وہ وقت تھا کہ چین کے وزیر اعظم چو این لائی ہندوستان آئے تھے۔ ان نعروں کی گونج پوری طرح ختم بھی نہیں ہوئی تھی کہ سارا ملک "روسی ہندی بھائی بھائی" کے نعروں سے گونج اٹھا یہ نعرہ ایسا فلک شگاف تھا کہ دیکھنے اور سننے والوں کے قدم اکھڑ گئے۔ اس کے لئے موقع روس کے وزیر اعظم مارشل بلگانن اور کمیونسٹ پارٹی کے لیڈر کروشیف کے دورے نے مہیا کیا حکومت ہند بالخصوص پنڈت نہرو نے ان مہمانوں کے استقبال کے لئے بڑی تیاریاں کرائیں۔ کئی دن تک اسکولوں کے لڑکوں لڑکیوں بچوں اور بچیوں کو خاص طور پر استقبال کے لئے تیار کیا جاتا رہا۔ اور بچے استقبال ہوتے رہے۔ مہمانوں پر برسانے کے لئے پھول جمع ہوتے رہے اور استقبال کرنے والوں کو بتایا جاتا رہا کہ پھولوں سے کیسے تواضع کی جاتی ہے یا کی جانی چاہیئے۔ جس انداز سے یہ تیاریاں ہوئیں وہ کسی آمریت میں ہی ممکن ہو سکتی تھیں لیکن پنڈت نہرو کو یہ فکر تھی کہ کہیں ان کے مہمانوں کی آؤ بھگت میں کمی نہ رہ جائے۔ اس تیاری کا نتیجہ توقعات سے بڑھ کر نکلا چنانچہ جب روسی قائدین ہندوستان پہونچے اور انھوں نے دورہ شروع کیا تو اور تو اور خود پنڈت نہرو کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں کہ ایسا پرہجوم استقبال انھیں تو کیا کسی بڑے سے بڑے ہندوستانی لیڈر کو بھی میسر نہیں آسکا تھا۔ گو ہجوم زبان حال سے پنڈت جی کو کہہ رہا تھا کہ "تو ہی نے تو سکھائی تھی مجھ کو یہ غزل خوانی" بایں ہمہ پنڈت جی کو یہ احساس ہوئے بغیر نہ رہ سکا کہ وہ پس منظر میں جا رہے ہیں۔

روسی قائدین موقع کی تلاش میں تھے۔ انھوں نے ہجوم میں گھلنے ملنے کی خوب کوشش کی۔ گاندھی ٹوپی پہنی۔ قشقہ لگایا نمستے کیا۔ بچوں میں گئے۔ انھیں پیار کیا۔ آٹوگراف دیئے وغیرہ وغیرہ۔ انھیں دیکھ کر کون کہہ سکتا تھا کہ یہ دنیا کی دو بڑی طاقتوں میں سے ایک کے سربراہ ہیں۔ انھوں نے اپنے آپ کو ایشیائی کہا۔ اور ایشیا کی تین بڑی طاقتوں میں روس، چین اور بھارت کو شمار کیا۔ اب روس اور ہندوستان میں کیا مغائرت رہ گئی تھی۔ مہمانوں نے خانہ میزبان کو پوری طرح اپنا گھر سمجھا اور خوب بے تکلفی کا مظاہرہ کیا۔ ایسے پتہ چلتا تھا کہ وہی اس ملک کے قائد تھے۔ وہ جلسوں میں اس طرح تقریریں کرتے تھے جیسے کہ یہ جلسے ان کے اپنے ملک میں ہو رہے ہیں۔ اور وہ میزبان کی پوزیشن کا خیال کئے بغیر جو جی میں آئے کہہ سکتے ہیں۔ یہ کہنا کہ انھوں نے ہندوستان کو اپنا اسٹیج سمجھ لیا تھا۔ محض ایک مفروضہ نہیں بلکہ خود ہندوستان میں یہ محسوس کیا گیا۔ اور اس کے خلاف احتجاج کیا گیا۔ ایک جلسہ میں جہاں پنڈت جی، مارشل بلگانن اور کروشیف دونوں میں گھرے بیٹھے ہوئے تھے۔ انھوں نے اٹھ کر یہ کہنے کی ضرورت سمجھی کہ ہندوستان روسی بلاک میں شامل نہیں ہونا چاہتا ہے۔ ان کا یہ کہنا محض اپنی مزعومہ غیر جانبدارانہ روش کی توضیح نہیں بلکہ روسی قائدین جس بے تکلفی سے مغرب کے خلاف باتیں کر رہے تھے۔ اس سے یہ تاثر پیدا ہو گیا تھا کہ ہندوستان کی غیر جانبداری کی حقیقت کچھ بھی ہو روسیوں نے اس کا کوئی لحاظ نہیں کیا۔ پنڈت نہرو اس کی وضاحت پر مجبور ہوئے تھے ہندوستان کے کئی سرکردہ اخباروں نے بھی روسی قائدین کی آزادیٔ تقریر کے خلاف احتجاج کیا اور لکھا کہ روس کو اقوام مغرب کے خلاف بات کرنے کا پورا حق حاصل ہے۔ لیکن انھیں غیر جانبدار ہندوستان کے جلسہ گاہوں سے اس قسم کی تقریریں نہیں کرنی چاہئیں تھیں۔

روس نے اس بے تکلفی کا ہی ثبوت نہیں دیا بلکہ ہندوستان میں قدم جمانے کا پکا انتظام بھی کر لیا۔ ادھر کروشیف اور بلگانن ملک کا دورہ کر رہے تھے۔ اور ادھر روسی ماہرین دہلی میں روسی امداد کے سبز باغ دکھا رہے تھے۔ انھوں نے یہ پیشکش کی کہ وہ اپنے ماہرین ہندوستان بھیجیں گے۔ ہندوستانیوں کو روس میں تربیت دیں گے۔ روسی مشینیں ارزاں داموں پر فروخت کریں گے۔ اور طویل المیعاد قرضے دیں گے۔ انھوں نے یہ چال بھی چلی کہ ہندوستان جس مقصد کے لئے قرضہ یا مدد طلب کرے گا اسے منظور کر لیا جائے گا۔ اس کے برعکس امریکہ کا رویہ یہ ہے کہ وہ پہلے اپنا اطمینان کر لیتا ہے کہ جس منصوبے کے لئے قرضہ طلب کیا جا رہا ہے یا مدد مانگی جا رہی ہے وہ اس قابل بھی ہے کہ اس پر عملدرآمد کیا جائے۔ گویا اس پیشکش سے روس نے یہ اثر پیدا کیا کہ وہ امریکہ کی طرح "مداخلت" نہیں کرے گا جہاں تک روس کا تعلق ہے۔ وہ ہندوستان کو امریکہ کے مقابلہ میں مدد نہیں دے سکتا۔ اب تک امریکہ ہندوستان کو ساڑھے تیس کروڑ ڈالر مفت دے چکا ہے اور ساڑھے ۳۵ کروڑ ڈالر قرضہ دے چکا ہے۔ یہ گراں قدر رقوم متعدد متفرق منصوبوں پر خرچ ہوئیں لیکن وہ اس طرح بکھری پڑی ہیں کہ کسی ایک منصوبے کے متعلق بھی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ امریکی امداد سے تیار ہوا ہے۔ چنانچہ بادی النظر میں امریکی امداد کا صحیح اندازہ نہیں ہوتا۔ اس کے برعکس روسی یہ کوشش کر رہے ہیں کہ جب جو تھوڑی بہت مدد وہ دیں۔ وہ پورے کے پورے منصوبوں پر خرچ ہو۔ مثلاً وہ ایک بڑے کارخانہ ہندوستان میں تیار کر رہے ہیں۔ جب یہ تیار ہو جائے گا تو یہ پروپیگنڈہ کیا جا سکے گا کہ روسی امداد کا یہ نمونہ ہے۔ اسی طرح مثلاً یہ کہا جا سکے گا کہ دیکھئے روس نے یہ بند تعمیر کرایا۔ یہ کارخانہ تیار کرا دیا وغیرہ وغیرہ۔ گویا نفسیاتی چال چل کے روس اپنی تھوڑی امداد کا زیادہ سے زیادہ پراپیگنڈائی فائدہ اٹھائے گا۔ اور اس طرح بیش بہا امریکی امداد کو سطحی نگاہوں میں حقیر بنا کے پیش کریگا۔

ان خبروں کے ساتھ ساتھ یہ خبریں بھی آئی ہیں کہ کمیونسٹ پارٹی کے کل پرزے بھی درست کئے جا رہے ہیں روس سے ایسے "ماہرین" بھی آئے ہیں کہ جو ہندوستان کی کمیونسٹ پارٹی کو خاص خطوط پر ڈال رہے ہیں۔ ان کا مقصد یہ ہے کہ وہ پنڈت نہرو کے منہ نہ آئے۔ اور ان کی تعریف کرے۔ تاکہ بجائے اس کے کہ کمیونسٹ اپنے مخصوص حربوں سے "انقلاب" پیدا کریں۔ اور فائز اقتدار ہوں۔ خود پنڈت نہرو ہی دانستہ یا نادانستہ طور پر روسی حلقہ بگوش ہو جائیں روس کے ان عزائم کو بھی ہندوستان کے بعض حلقوں میں بھانپا گیا ہے۔ اور پنڈت نہرو پر تنقید کی گئی ہے کہ وہ آخر ملک کو کدھر لے جا رہے ہیں۔ پنڈت جی ملک کو جدھر لے جا رہے ہیں۔ اس کے متعلق اب زیادہ سوچنے کی ضرورت نہیں کیونکہ تیر کمان سے نکل چکا ہے۔ اور اب پنڈت جی کے بس کی بات نہیں کہ اسے روک سکیں۔ بلگانن اور کروشیف نے جس طرح ہندوستانی عوام سے رابطہ پیدا کیا ہے اور انھیں مسحور کیا ہے۔ اس کا اثر آسانی سے زائل نہیں ہوگا۔ اور اس اثر کے زائل ہونے کا سوال کہاں پیدا ہوتا ہے؟ روس پوری چابکدستی سے اس کا فائدہ اٹھاتا رہیگا یہ کہنا بعید از قیاس نہیں کہ ہندوستانی عوام روس کو اپنا محسن اور نجات دہندہ سمجھنے لگ جائیں گے۔ اور اس کی کامیابی کی ایسے ہی دعائیں مانگیں گے۔ جیسے جنگ کے زمانے میں وہ جرمنی اور جاپان کی کامیابی کی دعائیں مانگا کرتے تھے۔ یہ نفسیات پیدا ہو چکی ہے۔ اور اب یہ پختہ تر ہوگی۔ تاآنکہ ہندوستانی عوام ماسکو ہی کو اپنا "قبلہ و کعبہ" بنا لیں۔ نگاہوں کا زاویہ یوں بدلنے سے ہندوستان کا جو نقشہ ہوگا۔ اس کا تصور کرنا مشکل نہیں۔

یہ ہے وہ خطرہ جو ہندوستان کو لاحق ہے اسے سمجھنا تو ایک طرف، ہندوستانی لیڈر اسے اپنی کامیابی تصور کر رہے ہیں۔ یہ ان کی بالخصوص پنڈت نہرو کی سب سے بڑی خامی ہے۔ وہ از روئے سطح بین اس مغالطہ میں مبتلا ہیں کہ ان کا درجہ بلند ہو رہا ہے۔ اور وہ دنیا بھر میں نہیں تو ایشیا میں ایک بڑی طاقت شمار ہوتے جا رہے ہیں۔ پنڈت نہرو کا اس مغالطہ میں مبتلا ہونا بلا وجہ نہیں۔ اس کی پہلی وجہ نفسیاتی ہے۔ پنڈت نہرو ہمیشہ ہوائی گھوڑوں پر سوار رہے ہیں۔ اور فضا میں قلعے تعمیر کرتے رہے ہیں۔ وہ اپنے قامت کو ہمیشہ اونچی بلندیوں سے ناپتے رہے ہیں۔ آج بھی وہ اپنے آپ کو عالمی اکابر کی صف میں دیکھتے ہیں۔ وہ ذاتی طور پر اس صف میں بار پا سکتے ہیں یا نہیں۔ اس سے ان کا ملک یقیناً بلند بام نہیں ہوتا۔ وہ اپنی ذات اور اپنے مقام پر ملک کو قیاس تو کر سکتے ہیں۔ لیکن جب وہ نہیں ہونگے تو ملک کو تو یہ مقام نہیں مل سکے گا۔ ملک اسی مقام پر ہوگا جہاں وہ ہے۔ ہر ملک کی یہی صورت ہے۔ کوئی ملک بھی اپنے کسی لیڈر کے اعلیٰ افق ذہن کی بنا پر ان بلندیوں تک نہیں پہونچ سکتا۔ تاآنکہ اس کا عمومی ذہن اسی سطح تک

نہ پہونچ جائے۔

اس کی دوسری وجہ روس نے مہیا کی ہے۔ اسٹالن کے انتقال کے بعد روسی سیاست میں عجیب انقلاب آگیا ہے۔ اس کے جانشینوں نے بظاہر متشدد حکمت عملی کو خیرباد کہدیا۔ اور بقائے باہم کا نعرہ بلند کیا۔ یہ تبدیلی فلسفہ اشتراکیت کے خلاف جاتی ہے۔ لیکن اس کا خوب استعمال کیا جانے لگا ہے۔ یہ تبدیلی کسی وجہ سے ہی کیوں نہ آئی ہو۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ دنیا میں جنگ کی باتیں کم ہونے لگیں اور امن کی گفتگوئیں شروع ہوگئیں۔ گو مشرق و مغرب میں جو اختلافات پائے جاتے ہیں۔ اور جنھوں نے دنیا کو دو مخالف احزاب میں تقسیم کردیا ہے۔ وہ ایسے نہیں کہ ان کا ازالہ کسی گول میز کانفرنس میں ہوسکے۔ تاہم چار بڑوں کی کانفرنس بھی منعقد ہوئی اور ان کی ہدایات کے مطابق وزرائے خارجہ بھی ملاقاتیں کرتے رہے۔ اور آج امریکہ اور کمیونسٹ چین میں مذاکرات جاری ہیں۔ حالانکہ امریکہ نے اشتراکی حکومت کو تسلیم نہیں کیا ہے۔ روس نے امن کی یہ فضا پیدا کرلی تو اس نے ایک ایسا اقدام کیا جو انہونا نظر آتا تھا۔ مارشل بلگانن اور کروشیف نے یہ اعلان کرکے ایک عالم کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا کہ وہ بذات خود یوگوسلاویہ جارہے ہیں۔ یوگوسلاویہ جنگ کے بعد روسی حلقہ بگوش ہوگیا تھا۔ لیکن رفتہ رفتہ اس کے صدر مارشل ٹیٹو روس سے بدظن ہوتے گئے۔ بالآخر وہ اقوام مغرب کے ہمدرد بن گئے۔ اعلیٰ قائدین روس کا ٹیٹو ایسے باغی کے ہاں خود چل کر جانا ایک عجوبہ تھا قائدین روس وہاں گئے ہی نہیں بلکہ اسی طرح کی اندھی تعریفیں کیں۔ جو انھوں نے ہندوستان میں کیں۔ انھوں نے ٹیٹو کو پوری طرح یہ یقین دلانے کی کوشش کی کہ بیریا — پولیس کا حاکم اعلیٰ جسے گولی سے اڑادیا گیا تھا — نے خواہ مخواہ روس اور یوگوسلاویہ میں غلط فہمی پیدا کردی تھی۔ ورنہ دونوں حقیقی دوست ہیں۔ ان عشوہ طرازیوں کا بظاہر خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکلا۔ کیونکہ مارشل ٹیٹو مغرب سے بدظن نہیں ہوئے اور نہ انھوں نے اپنی وفاداری ماسکو کی طرف منتقل کی۔

مغرب میں یہ کچھ کرکے روسیوں نے ہندوستان پر ڈورے ڈالے۔ جنیوا کانفرنس کا موقع غنیمت جان کر پنڈت نہرو نے روس جانے کا پروگرام بنایا۔ اس سے پہلے وہ چین کا دورہ کرچکے تھے۔ روس میں ان کا شاہانہ استقبال کیا گیا۔ ظاہر ہے کہ پنڈت نہرو ایسے بڑے آدمی نہیں تھے کہ روسی ان کی راہ میں دیدہ و دل فرش راہ کرتے۔ نہ ہندوستان اتنا عظیم ملک تھا کہ روسی از رہ تکلف اس کا سواگت کرتے دوسرے ممالک کے سربراہ بھی اس سے پہلے روس جاتے رہے ہیں۔ اور ان کا رسمی استقبال کیا جاتا رہا ہے۔ پنڈت نہرو تو ایک طرف، روس مہاتما گاندھی تک کو پلے باندھنے کے لئے تیار نہیں۔ چنانچہ ان کے انسائیکلوپیڈیا میں مہاتما کو رجعت پسند لکھا گیا ہے۔ اور وہ سند آج تک موجود ہے۔ پنڈت نہرو کے "شاہانہ" استقبال کی ایک وجہ تھی اور وہ یہ کہ وہ ہر قیمت پر ہندوستان کو اپنے ساتھ ملانا چاہتے تھے۔ پنڈت جی نے بھی اور ہندوستان نے بھی اس سے یہ سمجھا کہ ان کا عالمی مرتبہ بہت بلند ہوگیا ہے اور ان کی ہوا بندھ رہی ہے۔ روس سے فارغ ہوکر پنڈت جی دیگر اشتراکی ممالک سے بھی گذرے۔ وہاں بھی ان سے یہی سلوک کیا گیا۔ ادھر سے فارغ ہوئے تو انگریز پنڈت جی کا منتظر تھا۔ سر انتھنی ایڈن نے انھیں اپنے ہاں بلایا اور امریکہ کو یہ جتانے کی کوشش کی کہ پنڈت نہرو کے سینہ میں جو اشتراکی راز ہیں۔ وہ اب ان کی امانت بھی بن چکے ہیں (برطانیہ کو اپنی مطلب براری کے لئے ہندوستان کی ضرورت تھی۔ یہ ضرورت اہم تر ہوگئی ہے کیونکہ پاکستان امریکہ کا حلیف بن گیا ہے) اس سارے دورے کا یا تو روس نے فائدہ اٹھایا یا پھر برطانیہ نے۔ لیکن ہندوستان اس دھوکے میں ضرور مبتلا ہوگیا کہ اس کی قیادت کے تمام سامان مہیا ہوچکے ہیں۔ اس دورے کی دوسری کڑی بلگانن اور کروشیف کا دورہ ہند ہے۔ انھوں نے پنڈت نہرو کو اپنے ہاں بلا کر جو بیج بویا تھا۔ ہندوستان میں وہ اسی کی آبیاری کررہے ہیں۔

پنڈت نہرو کے مغالطے میں مبتلا ہونے کی تیسری اور اہم وجہ یہ ہے کہ وہ بزعم خود یہ سمجھ رہے ہیں کہ وہ پاکستان کو محصور کررہے ہیں۔ پاکستان کو گھیرنے کی ابتدا کشمیر سے شروع ہوئی۔ اس پر قابض تو ہندوستان ہے لیکن رفتہ رفتہ کشمیر اشتراکیت کا گڑھ بنتا جارہا ہے۔ روسی لیڈروں نے سرینگر جاکر کشمیر کو ہندوستان کا حصہ کہہ کر کشمیر کو عالمی اعصابی جنگ کے دائرے میں لے لیا ہے۔ روس کو یقیناً یہ حق حاصل نہیں کہ وہ کشمیر جیسے متنازعہ فیہ علاقہ کو ایک فریق کا جائز حصہ تسلیم کرے۔ مگر اس کے سامنے سوال اصول کا نہیں مصلحت کا ہے۔ وہ ہندوستان کو دھوکہ دینے کے لئے کسی قسم کی بات سے دریغ نہ کرے گا۔ ہندوستان خوش ہے کہ اس نے گوا پر بھی اس کا حق تسلیم کرلیا اور کشمیر پر بھی۔ قطع نظر اس سے کہ کشمیر کی قسمت کا فیصلہ نہ روس کے ہاتھ میں ہے۔ نہ ہندوستان کے ہاتھ میں، یہ اعلان ہندوستان کے لئے بڑا دلفریب ہے۔

اس سلسلہ کی دوسری کڑی افغانستان ہے۔ ایک ہندوستان افغانستان کو بیوقوف بناکر کشیدہ رکھتا چلا آیا ہے۔ اب ہندوستان کا بویا ہوا کاٹنے کے لئے روس آپہونچا ہے۔ افغانستان جیسے کمزور و پسماندہ ملک کو یوں علیحدہ کرنے کا یہی نتیجہ نکل سکتا تھا۔ افغانستان روس کی دائرہ اثر و اقتدار میں جارہا ہے۔ اور روس سے اسلحہ مہیا کررہا ہے۔ یہ اسلحہ پاکستان کے خلاف ہی استعمال ہوسکتے ہیں ہندوستان خوش ہورہا ہے کہ لیجیے ہیں کہ پاکستان کشمیر کے متعلق نئے ارادے باندھ رہا ہے۔ افغانستان اس کی سرحد پر اسے پریشان کرنے کے لئے تیار ہورہا ہے۔

اس سلسلہ کی تیسری کڑی مصر ہے۔ اس ملک پر بھی ہندوستان نے بڑی محنت کی ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ آج مصر بھی عام ممالک اسلامیہ سے کٹ کر روس سے اسلحہ

لے رہا ہے۔ مصر میں بھی ہندوستان کے ساتھ وہی کچھ ہو رہا ہے جو افغانستان میں ہوا۔ دونوں جگہ خلاء روس سے پُر ہو رہا ہے۔ یہ درست ہے کہ اس وقت روس کو ہندوستان کی ضرورت ہے۔ اور وہ خود خوشامد سے کام لے رہا ہے۔ لیکن کوئی دن جاتا ہے کہ ہندوستان بھی روس کا صید زبوں بن چکا ہوگا۔ وہ جو کانٹے اس وقت پاکستان کی راہ میں بکھیر رہا ہے۔ وہ اس کے تلوؤں کو فگار کر بھی دیں تو زود یا بدیر خود ہندوستان کے سینے میں پیوست ہو کے رہیں گے۔

اس مقام پر پہنچ کر پاکستان کی حیثیت و اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ تاریخی اعتبار سے مسلمانوں نے کم و بیش ایک ہزار سال ہندوستان پر حکومت کی اور اب جب ہندو اور مسلمان غیر ملکی غلامی سے آزاد ہوئے تو انھوں نے شمال مغرب اور مشرق میں اپنی جداگانہ مملکت قائم کر لی۔ پاکستان کا قیام عہد حاضر کا غیر معمولی واقعہ ہے اس کے مضمرات کا کماحقہ اندازہ لگانا مشکل ہے۔ جوں جوں وقت گذرتا جائے گا۔ یہ مشہور ہوتے جائیں گے پاکستان ابتدائی خلفشار سے ابھرتا چلا آ رہا ہے۔ اور آثار پیدا ہو رہے ہیں کہ اس کا "ہنگام نمود" زیادہ دور نہیں۔ پاکستان کی راہ عمل بالکل صاف ہے۔ یہ "ہندوستیت" میں جذب نہیں ہو سکتا۔ اور اشتراکیت قبول نہیں کر سکتا۔ اس کا راستہ مشرق وسطیٰ ہے۔ اسے جتنا بھی گھیرے میں لینے کی کوشش کی جائے گی۔ اتنا ہی تندہی سے یہ آگے بڑھے گا۔ اس کی داغ بیل پڑ چکی ہے اور یہ ہے معاہدۂ بغداد۔ اب ضرورت اس امر کی ہے کہ معاہدہ بغداد کو پوری جانفشانی سے کامیاب کیا جائے۔ اور اسے مشرق وسطیٰ کے اتحاد کا مرکز بنایا جائے۔

لیکن جیسا کہ سابقہ اشاعتوں میں لکھا گیا ہے۔ اس کی کامیابی کا دار و مدار امریکہ پر ہے۔ کیونکہ مطلوبہ معاشی اور عسکری مدد وہی دے سکتا ہے۔ لیکن امریکہ کا رویہ کچھ مذبذب سا ہے۔ وہ اپنی مصلحت کے لئے ہندوستان کو ناخوش کرنے کے لئے تیار نہیں۔ یہ کمزوری کج فہمی کا نتیجہ ہے۔ ہندوستان صاف طور پر روس کا حلیف بنتا جا رہا ہے اور وہ خلافِ مغرب فضا بھی پیدا کر رہا ہے اور محاذ میں بھی شریک ہو رہا ہے۔ اسے بے تدبیری کہئے یا کچھ اور وہ ایشیا اور مشرق وسطیٰ میں روس کا راستہ صاف کر رہا ہے وہ گوا اور کشمیر میں روس تک سے مدد لینے میں عار نہیں محسوس کرے گا۔ اب یہ مقام آ گیا ہے کہ امریکہ اس غلط فہمی کو خیرباد کہدے۔ کہ ہندوستان اس کا ہمدرد یا بہی خواہ ہے۔ اور پورے خلوص سے خلاف اشتراکیت محاذ کو مضبوط کرے۔ یہ اسی کی غلط پالیسی کا نتیجہ ہے کہ مصر روس سے اسلحہ خریدنے پر تیار ہو گیا ہے۔ مشرق وسطیٰ میں روس کے لئے دروازے کھولنے کی ذمہ داری مصر پر ضرور عاید ہوتی ہے۔ لیکن امریکہ بھی اس سے بچ نہیں سکتا امریکہ کو یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ ایشیا اور مشرق وسطیٰ میں خلاف اشتراکیت محاذ پاکستان کے بغیر نہ قائم ہو سکتا ہے نہ مستحکم ہو سکتا ہے۔ اور جب تک پاکستان کشمیر اور افغانستان کے مسائل میں الجھا رہے گا۔ پاکستان اس محاذ کے استحکام پر توجہ نہیں دے سکتا۔ امریکہ اس حقیقت کو سمجھ لے تو اس کا اور ہمارا راستہ بالکل صاف ہو جائے گا۔ اور پنڈت نہرو کو بھی حقائق اپنی اصلی شکل میں نظر آنے لگ جائیں گے۔ اور اشتراکیت کے سیلاب کے سامنے بھی بند باندھا جا سکے گا۔

اس کے ساتھ ہی ایک حقیقت خود ہمیں بھی سمجھ لینی چاہیئے۔ اور وہ یہ کہ اشتراکیت کی آندھی کسی ملک کی طرف از خود نہیں امنڈتی۔ اس کے لئے پہلے خود اسی ملک میں فضا پیدا ہوتی ہے۔ وہ فضا یہ ہے کہ اس ملک کے عوام احتیاج اور افلاس میں مبتلا ہوں۔ معاشی اور معاشرتی مشکلات انہیں چاروں طرف سے گھیر لیں۔ وہ اپنے ہاں کے نظم و نسق سے غیر مطمئن ہی نہیں بلکہ دل برداشتہ ہو جائیں۔ جب کسی ملک میں اس قسم کا خلاء پیدا ہو جائے۔ تو پھر اشتراکیت کے طوفانی جھکڑ کا رخ اس ملک کی طرف ہو جاتا ہے۔ پاکستان میں اس قسم کی فضا پیدا ہوتی جا رہی ہے۔ اور جیسا کہ ہم ایک مدت سے کہتے چلے آ رہے ہیں۔ اس امر کی سخت ضرورت ہے کہ اس خلاء کو جلد از جلد پر کیا جائے۔ اس کے پر کرنے کی ایک ہی شکل ہے۔ اور وہ ہے قرآن کے

دورِ جدید کے صالحین

(محترم عبدالغفار حسن صاحب توجہ فرمائیں)

طلوع اسلام کی یکم اکتوبر ۱۹۵۵ء کی اشاعت میں ہم نے عنوان بالا کے تحت ایک شذرہ لکھا تھا۔ جسے درج ذیل کیا جاتا ہے۔

"جیسا کہ طلوع اسلام میں اس سے پہلے بھی ایک مرتبہ لکھا گیا تھا۔ ہمارے دور سے پہلے ارباب مذہب کی یہ کیفیت تھی کہ وہ فریق مخالف کے معتقدات اور خیالات کو من وعن نقل کرتے تھے۔ اور پھر ان کی تردید کرتے تھے۔ یہ چیز دیانتداری پر مبنی تھی۔ لیکن ہمارے دور میں ان لوگوں کا ایک ایسا گروہ پیدا ہو گیا ہے۔ جن کا دعویٰ یہ ہے کہ وہ گروہ امت کے منتخب صالحین کا گروہ ہے۔ لیکن ان کا وطیرہ یہ ہے کہ وہ فریق مخالف کے متعلق اپنے ذہن سے خیالات وضع کرتے ہیں اور پھر ان کی بنا پر اس کے خلاف پروپیگنڈہ کرتے ہیں۔ فریق مخالف لاکھ کہے کہ یہ میرے خیالات نہیں ہیں۔ لیکن یہ اس کی کسی بات کو اپنے قارئین کے سامنے نہیں آنے دیتے۔ اور اپنے پروپیگنڈے کو بدستور جاری رکھتے ہیں۔ یہ ہے وہ وطیرہ جو جماعت اسلامی نے طلوع اسلام کے خلاف اختیار کر رکھا ہے۔ اس باب میں اس جماعت کے عمائد و اراکین مثل ابوالاعلیٰ صاحب مودودی۔ امین احسن اصلاحی صاحب یا نعیم صدیقی صاحب کیا کچھ کر رہے ہیں۔ اس کی بابت کئی بار لکھا جا چکا ہے۔ اب اسی ضمن میں ایک مثال ان کے متبعین کی بھی ملاحظہ کیجئے۔ لائلپور سے اس جماعت کا ایک اخبار المنیر شائع ہوتا ہے ہم نے اس کے اڈیٹر کے نام ۱۱ر اگست کو حسب ذیل خط لکھا۔

محترمی مدیر المنیر السلام علیکم!

المنیر کی اشاعت بابت ۱۱ر اگست ۱۹۵۵ء میں محترم عبدالغفار حسن صاحب کا ایک مضمون شائع ہوا ہے جس میں انھوں نے یہ فرمایا ہے کہ انھیں معلوم نہ ہو سکا کہ سنت اور حدیث کے بارے میں طلوع اسلام کا موقف کیا ہے۔ ہمیں یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ کسی صاحب نے طلوع اسلام کے موقف کو معلوم کرنے کی کوشش تو کی۔ ورنہ آج تک ہوتا یہی چلا آ رہا ہے کہ طلوع اسلام کے موقف کے متعلق خود ہی ذہن میں کچھ فیصلہ کر لیا جاتا ہے۔ اور پھر اس فیصلے کی بنا پر اسے مورد طعن و تشنیع بنا دیا جاتا ہے۔

طلوع اسلام نے اپنی اشاعت بابت ۲۰ر اپریل کے لمعات میں نہایت وضاحت سے بتایا تھا کہ سنت کے بارے میں اس کا موقف کیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس نے ملک کے سنجیدہ طبقہ سے عرض کیا تھا کہ وہ براہ کرم اس موقف کو تنقیدی نگاہ سے دیکھیں۔ اور ان کے نزدیک جس جس مقام پر طلوع اسلام نے کوئی غلطی کی ہے۔ اُسے اس سے مطلع فرمائیں۔ تاکہ اگر ان کا خیال درست ہو تو طلوع اسلام اپنی اصلاح کر سکے۔ ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس وقت تک کسی صاحب نے ایسا نہیں کیا۔ لیکن طلوع اسلام کے خلاف مختلف الزام تراشیوں کی مہم بدستور جاری ہے۔

(۲) ہم آپ سے اور آپ کے توسط سے مولانا عبدالغفار حسن صاحب سے درخواست کریں گے کہ آپ حضرات براہ کرم طلوع اسلام کے اس ادارتی مقالہ کو اپنے اخبار میں من وعن شائع فرمائیں اور پھر اس میں جہاں جہاں غلطی نظر آئے اس پر تنقید فرما دیں۔ اس سے آپ کے قارئین کو یہ معلوم ہو سکے گا کہ سنت کے بارے میں طلوع اسلام کا موقف کیا ہے۔ اور طلوع اسلام کو یہ معلوم ہو جائے گا کہ آپ حضرات کے نزدیک اس موقف میں کیا غلطی ہے؟

کیا ہم توقع کریں کہ آپ ہماری اس درخواست کو شرف پذیرائی عنایت فرمائیں گے۔ نیز ہم نے اپنی اشاعت بابت ۱۰ر مئی میں محترم عبدالغفار حسن صاحب سے حدیث و سنت کے متعلق کچھ سوالات کئے تھے۔ اور ان کے بعض ارشادات کی مزید تشریح چاہی تھی۔ ان کی طرف سے اس کا بھی کوئی جواب ہمیں آج تک موصول نہیں ہوا۔ ہم شکرگزار ہوں گے اگر آپ ان کی توجہ اس طرف بھی مبذول فرمائیں۔ اور طلوع اسلام کے سوالات اور مولانا صاحب کے جوابات کو اپنے اخبار میں شائع فرما دیں۔

(۳) آپ کی سہولت کے لئے ایک پمفلٹ ارسال ہے۔ جس میں صفحہ ۲ سے صفحہ ۱۳ تک طلوع اسلام کا وہ ادارتی مقالہ درج ہے۔ جس کا اوپر حوالہ دیا گیا ہے۔ اور صفحہ ۳۳ سے صفحہ ۴۶ تک وہ استفسارات ہیں جو محترم عبدالغفار حسن صاحب سے کئے گئے۔ پمفلٹ کی وجہ سے یہ خط بصیغۂ رجسٹری بھیجا جا رہا ہے۔

والسلام مدیر

اس خط کا نہ کوئی جواب ہمیں موصول ہوا۔ اور نہ ہی ہمارا یہ خط یا سنت رسول اللہ کے متعلق ہمارا مضمون اس میں شائع ہوا۔ ۳۱ر ستمبر کو ان کی خدمت میں یاددہانی کے لئے ایک کارڈ لکھا گیا۔ لیکن وہ بھی صدا بصحرا ثابت ہوا۔ اس سے آپ اندازہ لگا لیجئے کہ یہ کس قسم کی دیانت اور صالحیت ہے۔ جس سے ہمارے زمانے کے بدنصیب مسلمانوں کو پالا پڑ رہا ہے؟

"المنیر نے ہمارا مذکورہ صدر مضمون اپنے ہاں آج تک شائع نہیں کیا۔ نہ ہی ہمیں اس کے متعلق کوئی جواب دیا لیکن اب اس میں انہی عبدالغفار صاحب کا ایک سلسلہ مضامین شائع ہو رہا ہے۔ جس میں نہ ہمارے مضمون کا حوالہ ہے۔ نہ ہمارے خط کی طرف کوئی اشارہ۔ لیکن طلوع اسلام کو بدنام کرنے کی مہم بدستور جاری ہے۔ آپ غور فرمائیے کہ جس قسم کی دین کی اقامت کے لئے یہ حضرات اٹھے ہیں۔ اس نے ان میں کس قسم کی سیرت اور کردار پیدا کیا ہے۔

ہم المنیر اور اس کی وساطت سے عبدالغفار حسن صاحب سے ایک مرتبہ پھر تقاضا کریں گے کہ اگر ان میں دیانت داری کا کوئی شائبہ بھی باقی ہے تو وہ ہمارے

(باقی صفحہ ۱۳ پر)

ہنسا چھالیا

ڈلی کٹرے ـــــ صاف خشک ـــــ پرانے

(پیکٹوں میں خریدیئے)

تیار کردہ:- محمد اصغر محمد یونس چھالیا والے ـــــ جونا مارکیٹ ـــــ کراچی نمبر ۲

حقائق و عبر

طلوع اسلام کا جرم

لکھنؤ کے ہفتہ وار اخبار "صدق جدید" کی ۲۸ر اکتوبر کی اشاعت میں نزول حضرت عیسےٰؑ کے متعلق ایک طویل مراسلہ شائع ہوا ہے۔ مراسلہ میں مراسلہ نگار صاحب کا نام نہیں لکھا گیا۔ البتہ ان کا تعارف خود "صدق" نے ان الفاظ میں کرایا ہے۔

مراسلہ بالا ایک غیر احمدی، صاحب فکر و نظر پختہ مسلمان کے قلم سے ہے۔ جو اس وقت پاکستان میں ایک اعلےٰ عہدے پر ہیں۔

مراسلہ نگار نے اپنے خط میں حسب ذیل واقعہ درج کیا ہے

اس سلسلہ میں ایک واقعہ آپ کو بتاؤں ایک دن پاکستان میں عبدالوہاب عزام سفیر مصر کے ہاں ایک دعوت تھی۔ مولانا سید سلیمان ندوی مرحوم و مغفور اور میں ایک گوشے میں بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔ اتفاق سے ایک قادیانی صاحب وہیں آکر بیٹھ گئے۔ اور مولانا سے گفتگو شروع کی مولانا کو میں نے اپنی عمر بھر اس ترشروئی سے کسی سے کے ساتھ گفتگو فرماتے نہیں دیکھا تھا۔ وہ یہاں سے بہت جلد اٹھ کر چلے گئے۔ میں نے پوچھا مولانا آج آپ خلاف عادت ان صاحب سے بہت بری طرح پیش آئے۔ انھوں نے جواب دیا۔ یہ صاحب قادیانی ہیں۔ مجھے موقعہ مل گیا۔ میں نے کہا مسیح موعود کے تو آپ بھی قائل ہیں۔ اب صرف بحث یہ رہ جاتی ہے کہ غلام احمد مسیح موعود تھے یا نہیں۔ صرف واقعہ کی بحث رہ جاتی ہے عقیدہ یا اصول کا سوال نہیں ہے۔ مولانا نے کہا میں خود اس عقیدے کا نہیں ہوں۔ اور اس کے متعلق احادیث کو موضوع سمجھتا ہوں۔ مولانا سلیمان ندوی مرحوم نے اپنے اس خیال کو مولانا احتشام الحق صاحب سے بھی بیان کیا تھا۔ مگر اس کے ساتھ یہ بھی ان سے کہا تھا کہ اس عقیدے کی مخالفت ایک فتنہ کا باعث ہوگی۔ اس لئے اس سے احتراز کرتا ہوں۔ اس لئے بھی کہ یہ اسلام کا کوئی لازمی جزو نہیں۔

یہ ہوا نزول مسیحؑ کے متعلق۔ اب سنئے آمد امام مہدی کے متعلق ۲۵ر نومبر کے صدق میں، مذکورہ بالا مراسلہ کے ضمن میں محترم غلام محمد صاحب کا کراچی سے ایک مکتوب شائع ہوا ہے واضح رہے کہ یہ صاحب سید سلیمان ندوی کے بڑے گہرے عقیدتمندوں میں سے ہیں۔ انھوں نے اپنے خط میں لکھا کہ۔

"نزول مہدی کے بارے میں خود احقر کو بھی کھٹک تھی۔ ایک روز تنہائی میں حضرت علامہ سے پوچھ ہی لیا۔ جو جواب ملا تھا اس کو اپنی یادداشت کی بیاض میں ضبط کر لیا تھا۔ وہ ارشاد یہ ہے۔ "نزول مہدی کے متعلق میری تحقیق و تلاش میں کوئی ایک حدیث بھی ایسی نہیں ملی جس میں ایک راوی شیعی نہ ہو۔ ممکن ہے یہ میری تحقیق کی غلطی ہو۔ یہ بات کہنے کی نہیں ہے بہتر یہی ہے کہ غیب کو عالم غیب ہی سے تفویض کیا جائے۔"

(یہاں پر سید صاحب مرحوم کا بیان ختم ہوا اس کے بعد محترم غلام محمد صاحب تحریر فرماتے ہیں) عجیب اتفاق ہے کہ اس کے کچھ ہی عرصہ بعد حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی نے اپنے کسی مضمون میں جس کا عنوان اس وقت بھول رہا ہوں یہ بات برملا تحریر فرما دی۔ احقر نے یہ مضمون حضرت علامہ کی خدمت میں پیش کر دیا تو مسکراتے ہوئے فرمایا۔ "آخر مولانا نے لکھ ہی دیا۔"

آپ نے غور فرمایا کہ بات کیا ہوئی؟ نزول حضرت مسیحؑ کے متعلق سید صاحب کا عقیدہ یہ تھا کہ اس کے متعلق احادیث موضوع ہیں لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی کہدیا کہ چونکہ یہ بات عوام کے عقیدہ کے خلاف ہے۔ اس لئے اسے برملا نہیں کہنا چاہیئے۔ اسی طرح آمد امام مہدی کے متعلق بھی ان کا عقیدہ یہ تھا کہ اس کی روایات صحیح نہیں لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ یہ بات برملا کہنے کی نہیں ہے۔

اس سے آپ نے دیکھ لیا ہوگا کہ طلوع اسلام اور ان بزرگان عظام میں فرق کیا ہے؟ طلوع اسلام جس عقیدہ یا مسلک کو قرآن کے خلاف اور غلط سمجھتا ہے اسے برملا غلط کہدیتا ہے۔ اس کی پرواہ کئے بغیر کہ اس سے اس کی کس قدر مخالفت ہوگی۔ لیکن یہ ہمارے حاملان دین مبین ہیں کہ ان مروجہ عقائد کو غلط سمجھتے ہیں۔ تنہائی میں انہیں غلط کہتے ہیں۔ لیکن باہر کے لوگوں کے سامنے ایسا کہنے سے احتراز کرتے ہیں۔ اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین فرماتے ہیں۔ پھر اس کے بعد انہی عقاید کو غلط کہنے کے جرم میں لوگوں کو طلوع اسلام کے خلاف اکساتے اور بھڑکاتے ہیں۔ یہ بات صرف سید صاحب مرحوم سے ہی مخصوص نہیں۔ آپ دین کے ان بڑے بڑے ستونوں کو جب بھی جبہ اور قبہ کو الگ کر کے تنہائی میں دیکھیں گے۔ تو ان میں سے بیشتر کو ایسا ہی پائیں گے۔

نماز مغرب کی اذان

مغرب کی اذان کے ساتھ ہی نماز مغرب کی جماعت کھڑی ہو جاتی ہے۔ یہ عمل تمام عالم اسلامی میں مروج ہے اور شروع سے متواتر ایسا ہی ہوتا چلا آیا ہے۔ اب اخبارات میں مکہ معظمہ سے آئی ہوئی حسب ذیل خبر شائع ہوئی ہے

حال ہی میں ایک موقعہ پر جب کہ شاہ سعود والی عرب مسجد حرام میں نماز مغرب ادا کرنے کے لئے تشریف لائے تھے۔ تو علماء نے ان کی توجہ رسول اللہؐ کے زمانے کی طرف مبذول کرائی جب مغرب کی اذان نماز کے وقت سے نصف گھنٹہ پیشتر دی جاتی تھی۔ تاکہ لوگ نماز کے لئے تیار ہو جائیں۔ علماء نے کہا کہ یہ روایت پھر دوبارہ زندہ کرنی چاہیئے۔ چنانچہ شاہ سعود نے اس قدیم روایت کو زندہ کرنے کا حکم جاری کر دیا۔ اور ہفتہ ۳ر محرم الحرام ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۸ر اکتوبر ۱۹۵۵ء سے مغرب کی اذان نصف گھنٹہ پہلے دی جانے لگی۔ تکبیر کی اذان نماز کی اقامت کے وقت بدستور پڑھی جاتی ہے۔"

(بحوالہ نوائے پاکستان ۸ر دسمبر ۱۹۵۵ء)

ہمارے علم میں کوئی ایسی روایت نہیں جس میں نماز

بی پی

ڈبل وی

جسم کو

توانائی

بخشتی ہے

مغرب کی اذان قبل از وقت کا ذکر ہو۔ اخبار الجمعیۃ (دہلی) نے لکھا ہے کہ اس خبر میں غالباً مغرب کا لفظ غلط استعمال کیا گیا ہے۔ یہ اقو نماز فجر سے متعلق ہے۔ مدینہ منورہ میں نماز فجر کے لئے دو اذانیں دی جاتی ہیں۔ ایک صبح صادق سے قریب آدھ گھنٹہ پیشتر، اور دوسری صبح صادق کے وقت۔ اب یہی طریق مکہ معظمہ میں بھی رائج کیا گیا ہے۔ اس باب میں بھی جہاں تک ہماری معلومات ہماری راہ نمائی کرتی ہیں۔ نماز فجر کے لئے دو اذانیں کہیں مرکوز نہیں۔ رمضان کے مہینے میں حضرت بلالؓ کے سحری کے وقت اذان دینے کی روایت آئی ہے۔ اور شوافع کے ہاں نماز تہجد کی اذان دی جاتی ہے۔

بہر حال نماز مغرب کے متعلق دو اذانوں کی خبر محتاج تصدیق ہے۔ لیکن اگر یہ خبر درست ہے تو معلوم نہیں کہ ہمارے ہاں جو طریقہ صدیوں سے مروج چلا آرہا ہے اس کے متعلق کیا کہا جائے گا۔ اور عملی متواتر اور تحریری روایت میں اس کھلے ہوئے اختلاف کی توجیہہ کس طرح کی جائے گی!

افیونیوں کا ملک

لاہور کے اخبار آفاق کی ۱۰ر دسمبر کی اشاعت میں اخبار کے اسٹاف رپورٹر کے حوالے سے حسب ذیل خبر شائع ہوئی ہے۔

ایک اندازے کے مطابق صوبائی دار الحکومت میں افیونیوں کی تعداد آٹھ ہزار ہے۔ جو مہینے میں ساڑھے سات من افیون کھا جاتے ہیں۔ اس کی مالیت ڈھائی لاکھ روپیہ کے قریب ہے۔ اس مقدار میں ½ حصہ ناجائز افیونیوں کا ہے۔ جس کا کاروبار شہر میں عام ہے۔ منشیات کو کم کرنے کے متعلق حکومت نے جو پالیسی اختیار کی تھی۔ وہ بالکل ناکام ثابت ہوئی ہے۔ لاہور میں پوست اور افیون کے گیارہ ٹھیکے کام کر رہے ہیں۔ جو صبح سے شام تک کھلے رہتے ہیں۔ ان ٹھیکوں میں اوقات کار کے درمیان پانچ منٹ میں چھ گاہک آتے ہیں۔ یہ گاہک زیادہ تر مزدور طبقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ یا خانقاہوں میں رہتے ہیں۔ متوسطین میں بھی افیون خوری کی عادت کم نہیں۔ لیکن اس طبقہ کے لوگ ٹھیکوں پر کم آتے ہیں اپنے بچوں یا ملازمین سے منگوا لیتے ہیں۔ افیون خوروں کا حلقہ بہت وسیع ہے۔ ان میں بھک منگے، قلی کوچوان، کلرک، طالب علم، اعلیٰ افسر اور سیاسی لیڈر تک موجود ہیں۔ واضح رہے کہ افیون کا سرکاری نرخ دس روپیہ فی تولہ ہے۔"

ہم شراب کے متعلق ہی روتے تھے کہ اس نے ملک کو تباہ کر دیا ہے۔ اور حکومت اس بارے میں کچھ نہیں کر رہی۔ لیکن اب معلوم ہوا کہ شراب کے علاوہ دیگر منشیات بھی کچھ کم تباہ کن نہیں۔ اور یہ کے اعداد و شمار صرف ایک شہر لاہور کے ہیں۔ لسے پورے ملک پر پھیلایئے تو نظر آجائے گا کہ

این خانہ ہمہ آفتاب است!

شاہد امن اہلہا

خان عبد الغفار خاں صاحب ہمیشہ یہ کہتے رہتے ہیں کہ تحریک پختونستان سے یہ مراد نہیں کہ ہم پاکستان سے کوئی حصہ کاٹ کر الگ کرنا چاہتے ہیں۔ یہ صرف نام کی تبدیلی کا سوال ہے۔ ان کے اس بیان کے خلاف یہاں جو کچھ کہا جاتا ہے وہ اسے یہ کہہ کر ٹال دیتے ہیں کہ یہ میرے مخالفین کی فتنہ انگیزیاں ہیں۔ لیکن یہ دیکھئے کہ خود خان صاحب کے موافقین اس باب میں کیا کہتے ہیں۔ دلی سے شائع ہونے والا روزنامہ "الجمعیت" نیشنلسٹ علماء کا ترجمان ہے۔ یہ گروہ شروع ہی سے تحریک پاکستان کا مخالف اور خان عبد الغفار خاں کی تخریبی تحریک کا مؤید رہا ہے۔ اس روزنامہ کی ۱۱ر دسمبر کی اشاعت میں حسب ذیل شذرہ شائع ہوا ہے۔

خان عبد الغفار خاں نے ڈھاکہ میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہم پختونستان کا مطالبہ کر کے پاکستان سے علیحدہ ہونا نہیں چاہتے۔ ہمارا مطالبہ صرف اتنا ہے کہ پختونوں کا علاقہ پختونستان کے نام سے مشہور ہو اور اسے یہ نام دو بارہ ملے۔ مگر خان صاحب نے یہ نہیں بتایا کہ اگر پنجابیوں نے پنجابی صوبہ کا اور سندھیوں نے سندھی صوبہ کا مطالبہ شروع کر دیا تو پھر وحدت کے کیا معنے ہوں گے۔ یہ تو صرف کہنے کی بات ہے کہ پختونستان پاکستان ہی کا صوبہ رہے گا۔ اگر یہ بات ہوتی تو خان صاحب اس کے لئے امتیازی نام کے لئے سردھڑ کی بازی نہ لگاتے۔ چونکہ خربوزہ کو دیکھ خربوزہ رنگ بدلتا ہے۔ اس لئے ہم نہیں چاہتے کہ ہندوستان میں پاکستان کی کسی بری مثال کا اعادہ ہو۔ اور وہاں کی افتراق انگیزی ہمارے لئے نظیر بنے۔ ہمارا خیال ہے کہ خان صاحب کو سیاسیات سے الگ ہو کر اپنی خدمات کو دینیات کے لئے وقف کر دینا چاہیئے۔ عوام ان کی خدمات کے محتاج ہیں۔ اور ان کی خدمات سے ہی پاکستان کی مشکلات حل ہو سکتی ہیں۔"

آپ نے غور فرمایا کہ خود خان صاحب کے دوست ان کی تحریک پختونستان کے متعلق کیا کہتے ہیں۔ الجمعیت نے بالفاظ دیگر یہ کہا ہے کہ خان صاحب کا یہ کہنا کہ پختونستان پاکستان ہی کا صوبہ رہے گا بالکل منافقت ہے۔ یہ پاکستان سے عملاً علیحدگی کا مطالبہ ہے۔ اور اس قسم کی افتراق انگیزی جسے ہندوستان میں کبھی روا نہیں رکھا جا سکتا۔ اہل ہند ان کی اس تحریک کو اس قدر خطرناک سمجھتے ہیں ان کا مشورہ یہ ہے کہ خان صاحب کو یہ تحریک ختم کر دینی چاہیئے کیونکہ اگر یہ پاکستان میں کامیاب ہو گئی تو ہندوستان میں بھی اسی قسم کے مطالبات شروع ہو جائیں گے۔

کیا اس کے بعد بھی خان عبد الغفار خاں صاحب بظاہر دوسروں کو لیکن درحقیقت اپنے آپ کو یہ دھوکا دیتے چلے جائیں گے کہ پختونستان سے مراد علیحدگی نہیں صرف نام کی تبدیلی ہے۔ کتنا عجیب ہے کردار کہ مخالفت بھی کی جاتی ہے تو منافقت کے ساتھ۔

فلیوری ٹی کمپنی

ہم نے سلہٹ اور چاٹگانگ کے باغیچوں سے عمدہ اور خوشبودار چائے کے منگوانے کا خاص بندوبست کیا ہے۔

ضرورتمند اصحاب مندرجہ ذیل پتہ پر رجوع کریں

فلیوری ٹی کمپنی

محمد فیروزا سٹریٹ ــــ جوڈیا بازار ــــ کراچی

فون نمبر ۳۲۸۱۹ | ٹیلیگرام KASHMIRTEA

باب المراسلات

شاہ سعود کی خدمت میں ہدیہ

ہندوستان میں مسلمانوں سے حکومت اور عام ہندوؤں کی طرف سے سیاسی، معاشی اور معاشرتی اعتبارات سے جو سلوک ہوتا چلا آرہا ہے۔ وہ محتاج بیان نہیں۔ ہر صبح کو طلوع ہونے والا سورج ان بیکسوں کے لئے نئے نئے حوادث ساتھ لاتا ہے۔ ان پر ہر روز جو گذرتی ہے۔ ان کے چرچے آئے روز اخبارات میں ہوتے رہتے ہیں۔ روزمرہ کے واقعات جور و تعدی کو نظرانداز بھی کر دیا جائے۔ تو ہنود کی عمومی ذہنیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ حال ہی میں وزیر یو۔پی مسٹر سمپورنانند نے مسلمانوں کو یہ مشورہ دیا ہے کہ وہ عرب کی طرف دیکھنا چھوڑ دیں۔ اس کا مفہوم بالکل واضح ہے۔ اور وہ یہ کہ "مسلمان ہندوستان کے خیرخواہ نہیں۔ اگر ہندوستان میں رہتے اور اسے اپنا وطن تصور کرنے کے باوجود مسلمان ہندوستان کے وفادار نہیں تو اس کا ثبوت کیا ہے؟ ثبوت! دیکھئے ٹراونکور کوچین میں چند مسلمان جمع ہوئے ہیں۔ اور انھوں نے فیصلہ کیا ہے کہ بجالت موجودہ مسلمانوں کو مسلم لیگ کو زندہ کرنا چاہیئے۔ "مسلم لیگ کو زندہ یا قائم کیا جائے" اس سے بڑھ کر اور کیا غداری ہوسکتی ہے! اپنی تنظیم کا حق صرف ہندو کو حاصل ہے۔ وہ مہاسبھا جیسی کٹر فرقہ پرست جماعت اور جن سنگھ جیسی قاتلوں اور لٹیروں کی پارٹی بنا سکتا ہے ہاں! سکھوں کو بھی اکالی دل وغیرہ جیسی جداگانہ جمعیت کی اجازت ہے۔ مگر مسلمانوں کو یہ حق نہیں دیا جاسکتا۔ ہندوستان کے چوٹی کے ایک انگریزی اخبار کے الفاظ میں یہ "آگ سے کھیلنا ہے"! اب اگر مسلمان "وفادار" بھی نہیں اور وہ اس طرح "آگ سے کھیل" رہے ہوں تو اس کا علاج؟ اس کا ایک ہی علاج ہے اور وہ یہ کہ انھیں شدھ کر لیا جائے ابھی دنوں مہاسبھا نے چند مسلمانوں کو ہندو بنایا اور بڑے طمطراق سے اعلان کیا کہ اس کا پروگرام ایک کروڑ مسلمانوں کو شدھ کرنے کا ہے۔ خیر! ہندوؤں کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ مسلمانوں میں پرچار کریں۔ اور انھیں شدھ کرنے کی کوشش کریں۔ لیکن یہ حق مسلمانوں کو کیوں حاصل ہوا۔؟ اسلام تو ہے ہی تبلیغی مذہب، اور پھر ہندوستان کی سیکولر حکومت کے نزدیک تو مذہبی آزادی سب کو حاصل ہونی چاہیئے۔ لیکن نہیں مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ ان کا ایک اخبار بڑے ادب و احترام سے پوچھتا ہے کہ اگر مسلمانوں کو بھی تبلیغ کا حق حاصل ہو تو وہ بھی اس قسم کا پروگرام وضع کر لیں۔ ایک طرف مہاسبھا کا یہ اشتعال انگیز اعلان ہے کہ وہ ایک کروڑ مسلمانوں کو شدھ کرے گی۔ لیکن کوئی ہندو اخبار آگ سے کھیلنا نہیں کہتا۔ بھی اس کو پی جاتے ہیں۔ لیکن مسلمانوں کی حالت زار کا یہ عالم ہے کہ وہ دبی زبان سے یہ پوچھ رہے ہیں کہ کیا انھیں بھی یہ حق حاصل ہے

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

لیکن متولی کعبہ "شاہ سعود" ہندوستان کا دورہ ختم کرتے ہیں تو آپ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں سے انصاف اور مساوات کا سلوک کیا جارہا ہے۔ ظاہر ہے کہ مسلمانان ہندوستان شاہ سعود کے سرکاری دورے میں تو انھیں اپنے حالات سے باخبر نہیں کر سکتے تھے۔ اس لئے یہ تو نہیں کہا جاسکتا کہ شاہ موصوف نے حالات کا مشاہدہ کرنے کے بعد یہ سند ہندوؤں کو دی ہے۔ لیکن نہیں، آپ نے وضاحت فرمادی کہ آپ نے ایسا کس بنا پر کیا۔ ہندوستان سے واپسی پر جب آپ کراچی سے گذرے۔ تو آپ کے ایک نمائندے نے ایک بیان میں فرمایا کہ شاہ موصوف کی سند صدر جمہوریہ ہند اور وزیر اعظم کی ان یقین دہانیوں پر مبنی ہے کہ وہ مسلمانوں سے انصاف اور برابری کا سلوک روا رکھیں گے۔ زبانی جمع خرچ ایک طرف اور واقعات دوسری طرف۔ شاہ سعود تو اپنے میزبانوں کے قول و اقرار کو اہمیت دے سکتے ہیں۔ لیکن جو مسلمان واقعات کا شکار ہیں۔ وہ انھیں کیا اہمیت دے سکتے ہیں۔ ان کے نزدیک واقعات بہرحال اہم تر ہیں۔ اور پھر شاہ موصوف نے ہندوستان میں جو بیان دیا تھا۔ اس میں یہ کہیں نہیں کہا تھا کہ مجھے صدر جمہوریہ اور وزیر اعظم نے یقین دلایا ہے کہ وہ مسلمانوں سے مساوات کا سلوک کریں گے۔ اس میں کہا یہ گیا تھا کہ ہندوستان میں مسلمانوں سے مساوات اور انصاف کا سلوک ہو رہا ہے

بہر کیف ادھر سے یہ سرٹیفکیٹ عطا ہوا۔ ادھر ہندو قلم و زبان سے لے اڑا۔ ہندوستانی اخبارات نے اس کا جو استعمال کیا ہے۔ ہیں سو کر رہے ہیں۔ پاکستان میں مقیم ہندوستانی ہائی کمشنر نے ۱۵ دسمبر کو دہلی میں یہ کہنا ضروری سمجھا کہ اگر ہندوستان کی شرائط کو مان لیا جائے تو پاکستان سے پچاس فیصدی مہاجر مسلمان واپس آجائیں۔ یہ بیان غیر ذمہ دارانہ ہی نہیں شرانگیز بھی ہے۔ کم از کم حکومت کے نمائندے کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ محض پروپیگنڈے کے لئے کوئی بات کرے۔ بالخصوص ایسی بات جو ہمسایہ کے لئے اشتعال کا باعث ہو۔ لیکن ہندوستان کی ذہنیت پاکستان کے بارے میں ایسی ہوگئی ہے کہ وہ آداب و قواعد کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ اس اعتبار سے ہندوستان سے شکایت کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ البتہ مسلمانان پاکستان شاہ سعود کی خدمت میں اس بیان کو بطور ہدیہ پیش کرتے اور ان سے عرض کرتے ہیں کہ ہندو کو اس قسم کا راگ الاپنے کا سبق دینے میں آپ کا کافی حصہ ہے۔

(ایک دل فگار مسلمان از کراچی)

(طلوع اسلام اشاعت حاضرہ میں اداریہ شذرہ ملاحظہ فرمایئے)

اسلامی معاشرت قیمت دو روپے

قرآنی انقلاب کا لٹریچر

معراج انسانیت (از پرویز) سیرت صاحب قرآن علیہ التحیۃ والسلام کو قرآن کے آئینے میں دیکھنے کی پہلی اور کامیاب کوشش۔ مذاہب عالم کی تاریخ اور تہذیبی پس منظر کے ساتھ ساتھ حضور سرور کائنات کی سیرت اور دین کے متنوع گوشے نکھر کر سامنے آگئے ہیں۔ بڑے سائز کے قریباً نو سو صفحات۔ اعلیٰ ولایتی گلیزڈ کاغذ۔ مضبوط حسین جلد مع گرد پوش۔ قیمت بیس روپے

ابلیس و آدم (از پرویز) سلسلہ معارف القرآن کی دوسری جلد جسے نظرثانی کے بعد شائع کیا گیا ہے۔ انسانی تخلیق۔ قصہ آدم۔ جنات ملائکہ۔ وحی وغیرہ جیسے اہم مباحث کی حامل۔ بڑی تقطیع کے ۳۷۶ صفحات — قیمت آٹھ روپے

قرآنی دستور پاکستان اس میں پاکستان کے لئے قرآنی دستور کا خاکہ دیا گیا ہے اور حکومت علماء اور اسلامی جماعت کے مجوزہ دستور پر تنقید کی گئی ہے۔ دو سو بیس صفحات — قیمت دو روپے آٹھ آنے

اسباب زوال امت (از پرویز) مسلمانوں کی ہزار سالہ تاریخ میں پہلی مرتبہ بتایا گیا ہے کہ ہمارا مرض کیا ہے اور علاج کیا؟ ایک سو اٹھائیس صفحات قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے

جشن نامے ایسے عنوانات میں جنہیں پڑھ کر ہونٹوں پر مسکراہٹ بھی ہو اور آنکھوں میں آنسو۔ طنز اور تنقید کے گہرے نشتر۔ سات سالہ دور آزادی کی سمٹی ہوئی تاریخ ۲۵۴ صفحات قیمت دو روپے آٹھ آنے

تمام کتابیں مجلد ہیں اور گرد پوش سے آراستہ۔ محصول ڈاک ہر حالت میں بذمہ خریدار

ملنے کا پتہ:- ناظم ادارہ طلوع اسلام۔ پوسٹ بکس نمبر ۳۱۳، کراچی

درسِ بخاری

(۶)

بسلسلۂ سابقہ صحیح بخاری کی منتخب احادیث بلا تبصرہ پیش کی جا رہی ہیں۔ احادیث کا ترجمہ مرزا حیرت صاحب دہلوی کا کیا ہوا ہے۔ ذیل کی احادیث جلد دوم سے لی گئی ہیں۔ حوالہ کے لئے اوپر صفحہ کا نمبر دے دیا گیا ہے اور نیچے حدیث کا نمبر ہے۔

(معاذاللہ) آپ لوگوں کے لئے لعنت کی دعائیں مانگا کرتے تھے

(۳۱۹/۱۲۲۸) سالم بن عبداللہ بن عمرؓ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صبح کی پچھلی رکعت سمع اللہ کے بعد بددعا کرتے تھے۔ اے اللہ فلاں اور فلاں اور فلاں پر لعنت بھیج۔ اس وقت اللہ نے یہ آیت اتاری لَیْسَ لَکَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ اَوْ یَتُوْبَ عَلَیْھِمْ اَوْ یُعَذِّبَھُمْ فَاِنَّھُمْ ظٰلِمُوْنَ۔

(۳۲۷/۱۲۵۰) حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ تک رکوع کے بعد قنوت پڑھی آپ رعل اور ذکوان اور عصیہ پر جنہوں نے اللہ اور رسول کی نافرمانی کی بددعا کرتے تھے۔

اس خوف سے کہ باندی حاملہ نہ ہو جائے عزل کر لینا جائز ہے

(۳۳۶/۱۲۸۷) ابن ابی محیریز کہتے ہیں۔ میں مسجد میں گیا تو ابو سعید خدری کو بیٹھے ہوئے دیکھا میں بھی ان کے پاس بیٹھ گیا۔ اور ان سے سوال کیا عزل کرنا کیسا ہے۔ ابو سعید نے جواب دیا ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جنگ بنی المصطلق میں نکلے۔ اور ہمیں عرب کی باندیاں ہاتھ لگیں۔ اور ہمیں عورتوں کی خواہش ہوئی مجردی ناگوار گذری۔ ہم نے عزل کرنا اچھا جانا۔ اور عزل کرنے کا ارادہ کر لیا۔ پھر ہم نے سوچا جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں تو پھر ہم آپ سے بغیر پوچھے کیوں عزل کریں۔ ہم نے آپ سے سوال کیا آپ نے فرمایا تم عزل کرو یا نہ کرو۔ دنیا میں پیدا ہونے والا رکے گا نہیں۔

مغفرت کا آسان نسخہ

(۴۱۸/۱۵۸۰) ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ کہتا ہے۔ تو سب ملائکہ آمین کہتے ہیں لہذا (تم بھی آمین کہو۔ جس کی آمین ملائکہ کی آمین کے ساتھ کہی جائے گی۔ اس کے اس سے پہلے کے سارے گناہ معاف ہو جائیں گے۔

متعہ کرنے کی اجازت

(۳۶۴/۱۴۱۰) عبداللہ بن مسعود راوی ہیں کہ ہم رسول خدا صلی اللہ

علیہ وسلم کے ہمراہ جہاد میں شریک تھے۔ اور ہمارے ساتھ عورتیں نہ تھیں (اور عورتوں سے جدائی کی برداشت نہ ہوتی تھی بوجہ حرارت اور قوت کے) تو ہم نے عرض کیا کیا ہم خصی ہو جائیں۔ آپ نے منع فرمایا۔ اور پھر اجازت دے دی کہ عورت سے تھوڑے یا زیادہ دن مقرر کر کے جس سے جو عورت راضی ہو نکاح کر لو (تاکہ اس فعل یعنی خصی ہونے سے بچو۔ اور نگاہ بدکسی پر نہ پڑے)

حضرت عمرؓ قرآن کو رسول اللہ صلعم سے بہتر سمجھتے تھے (معاذاللہ)

(۴۵۹/۱۴۴۲) عبداللہ ابن عمرؓ نے کہا کہ جب عبداللہ بن ابی مر گیا۔ تو اس کا بیٹا عبداللہ آنحضرت صلعم کے پاس آیا۔ اور آپ کا کرتا اس کے کفن کے لئے مانگا آپ نے دیدیا۔ پھر اس نے کہا کہ آپ اس کی نماز (جنازہ) پڑھائیں۔ آپ چلنے لگے۔ حضرت عمرؓ نے کھڑے ہو کے اور آپ کا دامن پکڑ لیا۔ اور کہا یا رسول اللہ آپ اس کی نماز جنازہ پڑھاتے ہیں۔ اس کے لئے مغفرت چاہتے ہیں حالانکہ اللہ نے منع کیا ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ نے مجھے اختیار دیا ہے کہ میں چاہوں۔ استغفار کروں یا نہ کروں اور اللہ نے ستر بار استغفار کرنے سے کہا ہے کہ (میں ستر بار استغفار کرنے سے بھی) نہ بخشوں گا۔ تو اب میں ستر بار سے زیادہ استغفار کروں گا۔ عمرؓ نے کہا وہ تو منافق ہے (لیکن آنحضرت نے اس کی نماز جنازہ پڑھا دی۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی (وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤی اَحَدٍ مِّنْھُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِہٖ) (ترجمہ) اے محمد ان منافقوں (میں سے) جو کوئی مر جائے۔ اس کی کبھی نماز جنازہ نہ پڑھاؤ اور نہ ان کی قبر پر کھڑے ہو۔

ذرا تھم کر سوچئے!

رسول اللہ کا فیصلہ یہ تھا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے لئے بیک وقت تین مرتبہ طلاق کہہ دے تو وہ ایک طلاق شمار ہو گی۔ اور رجعی قرار پائے گی۔

حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ میں فیصلہ دیا کہ نہیں! اس قسم کی طلاق تین طلاق شمار ہو گی۔ اور بائن (غیر رجعی) ہو جائے گی۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کا یہ فیصلہ شریعت کا قانون ٹھہر پایا۔

کوئی یہ نہیں کہتا کہ اس سے حضرت عمرؓ نے حدیث سے انکار اور سنت رسول اللہ سے انحراف کیا تھا لیکن جب طلوع اسلام یہ کہتا ہے کہ حضرت عمرؓ ایسے کرنے کے مجاز تھے۔ اور آج بھی اگر اسی انداز کی خلافت قائم ہو جائے تو وہ ایسا کرنے کی مجاز ہو گی۔ تو طلوع اسلام کو منکر حدیث اور اتباع سنت کا مخالف قرار دے دیا جاتا ہے۔

طلوع اسلام کو ایسا کہنے والوں سے پوچھے کہ ایسا فرق کیوں کیا جاتا ہے!

روسی ہندی بھائی بھائی

(صفحہ ۹ سے آگے)

نظام ربوبیت کا نفاذ۔ یہ وہ نظام ہے جس میں انسان کا رشتہ اللہ کے قانون سے بندھا رہتا ہے۔ اور کوئی فرد اپنی ضروریات زندگی کے لئے کسی کا محتاج نہیں ہوتا۔ اگر یہاں اس نظام کو رائج کر دیا جائے تو پھر ہم داخلی طور پر مطمئن اور محفوظ ہو جائیں گے کہ اشتراکیت کا سیلاب اس طرف بہہ نہیں سکتا لیکن اگر ایسا نہ کیا گیا تو ہمیں خطرہ ہے کہ داخلی کوائف اور خارجی سازشیں ہمیں اس گرداب بلا میں پھنسا دیں گی جس سے نجات ناممکن ہو جائے گی۔

دورِ جدید کے صالحین

(صفحہ ۱۰ سے آگے)

مقالہ کو من وعن اپنے ہاں شائع کرے۔ اور پھر اس پر جس قدر بھی چاہے تنقید کرے۔ اگر اس سے ہم پر اپنی کوئی غلطی واضح ہو گئی تو ہم ان کے شکریہ کے ساتھ اپنی اصلاح کر لیں گے۔

طلوع اسلام نے اپنی ۸ر اکتوبر اور ۲۲ر اکتوبر کی اشاعتوں میں بھی محترم عبدالغفار حسن صاحب سے کچھ سوالات کئے تھے۔ ہم ان سے درخواست کریں گے کہ وہ ان سوالات کو بھی المنیر میں شائع کرائیں۔ اور ان کے جواب سے ہمیں سرفراز فرمائیں۔ اور اگر وہ اپنے میں اس کی جرأت نہیں پاتے تو پھر بنام شرافت طلوع اسلام کے خلاف بہتان تراشی سے توباز رہیں۔

مقامِ حدیث

(دو جلدوں میں)

حدیث کے متعلق تمام اہم سوالات کے تفصیلی جواب۔ صفحات تقریباً چار سو ۴۰۰

قیمت فی جلد:۔ چار روپے

صفحہ ۶ سے آگے

صفحہ ۶ سے آگے

طلوع اسلام کے ماہنامہ ہو جانے پر بھی ان خطوط کا سلسلہ جاری رہے گا اور اس طرح قرآنی نقاط نظر متعلقہ حضرات کے سامنے لائے جاتے رہیں گے۔

بہرحال ہم ان تمام دوستوں کے شکر گزار ہیں جنہوں نے ہمیں اپنے مشوروں سے نوازا۔ چونکہ ہمارے لئے مشکل ہے کہ ہم انفرادی طور پر ہر ایک کے خط کا جواب دے سکیں اس لئے وہ انہی سطور کو اپنے اپنے خط کا جواب تصور فرمالیں۔ آخر میں اتنا اور عرض کر دینا بھی ضروری ہے کہ ماہنامہ طلوع اسلام بھی منافع پر نہیں چلتا تھا اسمیں بھی خسارہ ہوتا تھا اور اب بھی خسارہ ہوگا۔ اگر احباب نے اس کی اشاعت بڑھانے میں کوشش کی تو یہ خسارہ کم ہو جائے گا۔

مشورہ طلب

ہفتہ وار طلوع اسلام میں چند عنوانات مستقل طور پر چلے آرہے ہیں۔ مثلاً اسلام کی سرگزشت۔ عورت کا قرآن۔ مجلس اقبال۔ اور تاریخی شواہد۔ ان میں سے تاریخی شواہد کا عنوان کچھ دن پہلے سے بند کر دیا گیا ہے۔ کیونکہ اس موضوع پر محترم پرویز صاحب کی مستقل تصنیف "جوئے نور" آج کل پریس میں ہے اور عنقریب شائع ہو جائے گی۔ باقی تینوں عنوان ابھی تک جاری ہیں۔ ہم یہ فیصلہ کرنا چاہتے ہیں کہ ماہنامہ طلوع اسلام میں ان عنوانات کو اسی طرح جاری رکھا جائے یا ان کا سلسلہ ختم کر دیا جائے۔ اس باب میں ہمیں قارئین کا مشورہ درکار ہے ہم شکر گزار ہوں گے اگر آپ براہ کرم ہمیں اپنے مشورہ سے سرفراز فرمائیں۔ جواب جلدی بھیجئے۔

"پختونستان"

گو آ• کشمیر اور پاکستان سے متعلق حیران کن طور پر غیر ذمہ دارانہ بیانات دینے کے بعد مارشل بلگانن اور مسٹر کروشیف کے متعلق وثوق سے پیش گوئی کی جاسکتی تھی کہ وہ کابل پہنچ "پختونستان" کی حمایت کریں گے۔ ان کا طریق طفلانہ ہے لیکن چالیں گہری۔ وہ ہوا میں اڑتے والے تنکوں کو بھی اپنے مطلب کے لئے استعمال کرنے سے گریز نہیں کرتے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ ہر کاہ بھی آنکھ کے لئے ایسا پردہ بن سکتا ہے کہ سامنے سے اشتراکیت کا ہاتھی بھی گزار دیا جائے تو پتہ نہیں چلے گا۔ چنانچہ کابل میں انہوں نے پوری فیاضی سے پختونستان کے ڈھونگ سے ہمدردی کا اظہار کیا اور "پختونوں" سے استصواب کو ضروری قرار دیا۔ اس حمایت کا ایک ہی مقصد ہو سکتا ہے اور وہ یہ کہ افغانستان اتنی بڑی طاقت کی حمایت سے اپنے ہمسایہ پر بگڑ کر کھڑا ہو جائے اور وہ آنکھیں بند کئے اشتراکیت کے دام میں آجائے اور دوسری طرف پاکستان مزید پریشانیوں میں الجھ جائے۔ اب تک جو خبریں افغانستان کے بارے میں آئی ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ روس کی طرف جھکتا اور اس کا دست نگر بنتا جا رہا ہے۔ روس نے معاشی امداد کا بھی سبز باغ دکھا رہا ہے اور جذبات سے کھیل کر ان استعماری اقوام کی" مذمت کر رہا ہے۔ جنہوں نے افغانستان کو غلام بنا لیا یا بنائے رکھا۔ کسی دوسری طاقت نے افغانستان کو غلام بنایا یا نہیں بنایا روس یقیناً اسے اپنا حلقہ بگوش بنانا چاہتا ہے لیکن اس بدقسمت ملک کے ارباب حکومت اس دھوکے میں مبتلا ہیں یا وہ دنیا بھر کو اس دھوکے میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں کہ روس ان کا بہی خواہ ہے اور خلوص دل سے ان کی مدد کرنا چاہتا ہے۔

افغانستان کے روس کے زیر اثر چلے جانے میں جو خطرات مضمر ہیں وہ دیکھنے والوں کی نگاہوں سے مخفی نہیں۔ یہ پاکستان کے لئے براہ راست خطرہ ہے۔ بالخصوص اس حالت میں روس نے کشمیر میں پاکستانی موقف تو ایک طرف پاکستان کی وجہ تخلیق تک کی مذمت کی۔ اور پاکستان کی یہ مخالفت بلا وجہ نہیں۔ روس اس طریق سے معاہدین بغداد کے سر پر کھڑا ہو کر اپنی ہیبت طاری کرنا چاہتا ہے۔ افغانستان کی وہ معاشی مدد کرے یا نہ کرے وہ اسے اسلحہ ضرور مہیا کرے گا۔ اس سے وہاں کے حکمران خاندان کا دماغی توازن اور خراب ہوگا اور وہ ایک طرف روس کے گیت گائیں گے دوسری طرف براہ راست پاکستان کے لئے اور بالواسطہ معاہدین بغداد کے لئے ایک مستقل خطرہ مہیا کرلیں گے۔ معاہدین بغداد کے لئے افغانستان ایک فطری یا دور کا مسئلہ نہیں بلکہ فوری اور حقیقی مسئلہ ہے۔ اس کا نتیجہ ہے کہ بغداد کونسل میں اسے زیر بحث لایا گیا تھا۔ لیکن اس پر بحث کرنے سے اس کا کچھ علاج نہیں ہو سکے گا۔ ضرورت ہے کہ اس فتنے کے مضمرات کو پوری طرح بھانپا جائے اور اس کا کما حقہٗ تدارک کیا جائے۔ یہ ذمہ داری امریکہ پر پوری طرح نہیں تو بڑی حد تک عائد ہوتی ہے۔ اس لئے بھی کہ وہ افغانستان کی معاشی امداد کر رہا ہے اور اس لئے بھی کہ افغانستان "غیر جانبدار" ہوگا یا روس کے حلقۂ اثر میں جائے گا تو اس کی زد براہ راست امریکہ کے عالمگیر سلسلۂ دفاع پر پڑے گی ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ کشمیر کی طرح افغانستان میں بھی امریکہ نے دوربینی سے کام نہیں لیا اور جرأت اور صفائی گوئی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ سردار نعیم خان نے ایک پریس کانفرنس میں یہ انکشاف کیا ہے کہ صدر آئزن ہاور نے حکومت افغانستان کو ایک مراسلہ بھیجا ہے جس میں پاکستان اور افغانستان کے مابین کشیدگی پر تشویش کا اظہار کیا ہے۔ انہوں نے یہ نہیں بتایا کہ اس کا کیا حل صدر صاحب نے تجویز کیا ہے۔ لیکن اگر معاملہ اظہار تشویش پر ختم ہو گیا ہے تو ہمیں امریکہ کی بیچارگی پر رحم آتا ہے، وہ اتنی بڑی طاقت کا مالک ہے۔ بجز غیر اشتراکی دنیا اس کی قیادت تسلیم کرتی ہے اور خلاف اشتراکیت محاذ کی تشکیل میں اس کا ہاتھ بٹا رہی ہے۔ روس علانیہ اس کی قائمی تنظیموں کو درہم برہم کر رہا ہے اور وہ ہے کہ تماشہ دیکھ رہا ہے۔ اور ان طاقتوں کی حوصلہ افزائی تک کرنے سے قاصر ہے

تفسیر بیان القرآن

قرآن پاک کا متن مع اردو ترجمہ بین السطور از حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی

حاشیہ پر

تفسیر بیان القرآن و مسائل السلوک

عکسی بلاکوں کے ساتھ بارہ جلدوں میں چھپ رہی ہے۔ چھ جلدیں تیار ہوگئی ہیں۔ نمونہ کے صفحے مفت طلب فرمائیے۔

تاج کمپنی لمیٹڈ پوسٹ بکس ۵۳۰ کراچی

جو خطرات گوناگوں کے علی الرغم اس کا ساتھ دے رہی ہیں اور اسی وجہ سے مزید خطرات کا شکار بن رہی ہیں - اس پالیسی کا نتیجہ اور کچھ نکلے یا نہ نکلے امریکہ کے حلیف اپنے رویہ پر نظرثانی کرنے پر ضرور مجبور ہوں گے ، پاکستان کی پوزیشن خصوصیت سے اہم ہے ۔ وہ مستقلاً امریکہ کا حلقہ بگوش نہیں ہو سکتا عام اس سے کہ امریکہ اس کا ساتھ دے یا نہ دے ۔ ایسے ساتھیوں کی ہمدردی کھو کر امریکہ اپنے راستے میں کانٹے بکھیر رہا ہے۔

کشمیر، روس اور امریکہ

کشمیر کے بارے میں روسی وزیر اعظم ، مارشل بلگانن ، اور کمیونسٹ پارٹی کے لیڈر ، مسٹر خروشیف ، نے جو بیانات دیئے ہیں ، ان پر سابقہ اشاعت میں تبصرہ کیا جا چکا ہے ۔ ان بیانات سے قدرتی طور پر یہ سوال پیدا ہو گیا تھا کہ جب روس اس طرح کھلم کھلا ہندوستانی موقف کی تائید پر اتر آیا ہے کہ اس نے نہ صرف کشمیر کو "شمالی ہندوستان" کا حصہ قرار دیا ، بلکہ پاکستان کی وجہ تخلیق کو بھی محل نظر ٹھہرایا تو امریکہ اس کے جواب میں کیا روش اختیار کرے گا ۔ جیسا کہ ہم نے وضاحت کی تھی ، یہ سوال اس لئے بھی پیدا ہوا تھا کہ پاکستان کو موردِ عتاب محض اس لئے سمجھا گیا تھا کہ وہ روس کی بجائے امریکہ کا حلیف تھا ، اور اس لئے بھی کہ روس کی اس مداخلت سے کشمیر ایسا اعلیٰ درجہ کا بین الاقوامی مسئلہ بن گیا ہے کہ امریکہ کو اس سے مفر نہیں ، ہمیں خوشی ہے کہ امریکہ نے اس سوال کا جواب دینا ضروری سمجھا ۔

کراچی میں مقیم امریکی سفیر نے ۱۸ر دسمبر کو ایک بیان میں یہ وضاحت کی کہ ان کے ملک کا موقف یہ ہے کہ کشمیر کا تصفیہ پرامن طریق سے اقوام متحدہ کی نگرانی میں آزاد استصواب کے ذریعہ ہو ۔ انہوں نے فرمایا کہ امریکی نمائندے نے سلامتی کونسل میں ۵ر دسمبر ۱۹۵۲ء کو اس قسم کی وضاحت کی تھی اور امریکہ آج تک اس پر قائم ہے ۔ ہر چند یہ بیان پاکستانی موقف کی تائید میں ہے لیکن اس پر افسوس کا اظہار کئے بغیر نہیں رہا جا سکتا ۔ افسوس اس پر آتا ہے کہ امریکی نمائندے ابھی تک ۱۹۵۲ء کی دنیا میں بس رہے ہیں حالانکہ بات کہیں سے کہیں پہنچ گئی ہے ۔ یہ اصول کہ کشمیر کے مستقبل کا فیصلہ اہل کشمیر آزاد استصواب کی رو سے کریں اقوام متحدہ بشمول ہندوستان نے ۱۹۴۸ء میں تسلیم کر لیا تھا ۔ لیکن اس اصول کے باوجود آج تک استصواب رائے نہیں ہو سکا کیونکہ ہندوستان اسے قدم قدم پر ناممکن العمل بناتا رہا اور اقوام متحدہ ہندوستان کو مجبور کر کے اسے اس پر عمل پیرا کرانے کی بجائے ، اس کی خوشامد میں مصروف رہی ۔ ہندوستان کا پیدا کردہ تعطل سات سال سے چلا آ رہا تھا کہ اب اس میں ایک نئے عنصر کا اضافہ ہو گیا ہے یعنی اقوام متحدہ کی پانچ بڑی طاقتوں میں سے ایک یعنی روس نے علانیہ یعنی غیر مبہم طور پر ہندوستان کے موقف کی تائید کر دی ہے ۔ یہ تائید پاکستان کے لئے تو چیلنج ہے ہی ، اقوام متحدہ اور امریکہ کے لئے بھی کھلا ہوا چیلنج ہے ۔ اس کا جواب اقوام متحدہ یا روس کی طرف سے یہ یقیناً نہیں ہو سکتا کہ وہ کسی پرانے مسلمہ اصول پر قائم ہیں ، اس کے جواب میں انہیں یہ بتانا ہو گا کہ وہ اس چیلنج کے تقاضے کیسے پورے کریں گے ۔ مثلاً کیا اقوام متحدہ اس کے لئے تیار ہے کہ چونکہ روس نے کشمیر کے بارے میں فریق مقدمہ کی حیثیت اختیار کر لی ہے اس لئے اس معاملے میں رائے دینے کا حق نہیں دیا جا سکتا ؟ کیا امریکہ اس کے لئے تیار ہے کہ ہندوستان اب بھی استصواب سے پہلوتہی کرے تو اقوام متحدہ کو اس پر آمادہ کیا جائے کہ وہ اپنے قواعد کے مطابق اس رکن ملک کے خلاف مناسب کارروائی کرے ؟ اگر وہ اس موثر عملی اقدام کے لئے تیار نہیں تو پاکستان کی زبانی ہمدردی سے کچھ حاصل نہیں ہو گا ۔ کشمیر پاکستان کے لئے زندگی اور موت کا سوال ہے ۔ اب ہم جب اس مرحلے تک آ پہنچے ہیں کہ ایک روس نہیں کئی روس بھی آ دھمکیں تو ہمیں اس آگ میں کودنے سے روک نہیں سکتے ۔ یہ آگ ہماری زندگی کو موت کے گھاٹ اتار دے گی یا اسے زندہ تر کر دے گی ۔ ہمارا عمل خود فیصلہ کر دے گا ۔ اس کے متعلق ہم امریکہ کو یہ جتا دینا چاہتے ہیں کہ اگر خدانخواستہ پاکستان روس کی روشن کی ہوئی آگ کی نذر ہو گیا تو امریکہ کو ان شعلوں سے یقیناً پناہ نہیں ملے گی ۔

سلیم کے نام
از پرویز
قیمت چھ روپے

مطبوعات طلوع اسلام کی
شرائط ایجنسی
شرح کمیشن
معراج انسانیت ـــــــ ۲۵ فی صدی
دیگر مطبوعات ـــــــ ۳۳ فی صدی
۱- قیمت بعد وضع کمیشن بذریعہ وی پی وصول کی جائے گی۔
۲- غیر فروخت شدہ کتب واپس نہیں لی جائیں گی۔
۳- پہلی فرمائش پچیس روپے (بعد وضع کمیشن) سے کم نہیں ہونی چاہیئے
۴- ہر آرڈر کے ہمراہ کم سے کم چوتھائی رقم پیشگی آنی چاہیئے ورنہ تعمیل نہیں ہو سکے گی۔
نوٹ :- کراچی کے ایجنٹ صاحبان دفتر طلوع اسلام سے معاملہ طے کریں۔
ناظم ادارہ طلوع اسلام - پوسٹ بکس نمبر ۳۱۳، کراچی

میواتی ٹریڈنگ کمپنی
فوڈ کلر ڈپارٹمنٹ
ہماری فیکٹری کے تیار کردہ فوڈ کلرس کھانوں اور شربات کو خوش ذائقہ اور خوشرنگ بنانے میں اپنی مثال آپ ہیں
ایک دفعہ ضرور ہماری خدمات حاصل کریں۔
پاکستان میں اپنی نوعیت کا پہلا کارخانہ ہے
اور تجربہ کار ماہرین کی زیر نگرانی رنگ تیار ہوتے ہیں
میواتی ٹریڈنگ کمپنی
رنگ محل بلڈنگ - بوہرا پیر - کراچی ۲

کینڈل ڈپارٹمنٹ
ہمارے کارخانہ میں ہر سائز اور ہر ڈیزائن کے کینڈل بہترین قسم کے موم سے تیار کئے جاتے ہیں۔
آرڈر دینے پر ہر وقت اور ہر قسم کا کینڈل سپلائی کیا جا سکتا ہے۔ تھوک دوکانداروں کو خاص رعایت دی جاتی ہے۔
میواتی ٹریڈنگ کمپنی
رنگ محل بلڈنگ - بوہرا پیر - کراچی ۲

کلاتھ ڈائنگ اینڈ پرنٹنگ
ڈیپارٹمنٹ
ہمارے کارخانے میں، کاٹن ، سلک اور وولن پارچات کی
رنگائی چھپائی بہترین پختہ اور شوخ اور قدرتی رنگوں میں ہوتی ہے۔
ہماری خدمات سے فائدہ اٹھائیں۔
میواتی ٹریڈنگ کمپنی - رنگ محل بلڈنگ
بوہرا پیر - کراچی ۲

عالمِ اسلامی

اسرائیل کے حملوں کا رخ اب شام کی طرف ہو گیا ہے۔ اس نے بحیرۂ گیلیلی کے مشرق میں جو تازہ حملہ کیا ہے اس سے بڑی نازک صورت حال پیدا ہو گئی ہے۔ شام نے اس حملے کو "جنگ" سے تعبیر کیا ہے۔ واضح رہے کہ اس سے پہلے مصری حدود پر یہودیوں نے جو حملہ کیا تھا اس کے متعلق بھی یہ کہا گیا تھا کہ ۱۹۴۸ء کی جنگ فلسطین کے بعد اس قسم کا شدید حملہ کبھی نہیں ہوا تھا۔ اس سے عرب ممالک میں کافی ہلچل مچ گئی ہے۔ عراق نے شام کو فوجی امداد کی پیشکش کی ہے۔ کرنل ناصر نے بھی اعلان کیا ہے کہ ضرورت پڑی تو مصر پوری قوت سے شامی سرحد پر پہنچے گا۔ اقوام متحدہ کے مبصر جنرل برنز نے جو عبوری رپورٹ اس ہنگامے سے متعلق بھیجی ہے۔ اس میں انھوں نے صاف طور پر یہودیوں کو ذمہ دار قرار دیا ہے۔ اس سے پہلے برطانوی نمائندے نے بھی اس قسم کی رپورٹ اپنی حکومت کو بھیجی تھی۔ حالات بگڑتے دیکھ کر شام نے معاملہ اقوام متحدہ تک پہنچایا اور اسرائیل کے خلاف سخت اقدام کا مطالبہ کیا۔ اس پر سلامتی کونسل میں جو بحث ہوئی ہے۔ اس میں عام طور پر یہ تسلیم کر لیا گیا ہے کہ جارحیت کی تمام تر ذمہ داری یہودیوں پر عائد ہوتی ہے۔ یہ اپنی جگہ درست۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اس کا علاج کیا ہو۔ یہودی ضرورت سے زیادہ بے قابو ہوتے جا رہے ہیں۔ اور انھیں شہ برطانیہ بالخصوص امریکہ سے ملتی ہے جو یہودیوں سے کسی قسم کی سختی کے روادار نہیں۔ وہ یہودیوں کے پاس خاطر سے عربوں کی بھی مناسب امداد نہیں کرتے یہی وجہ ہے کہ شرق وسطیٰ کا توازن بگڑتا جا رہا ہے اور شرق وسطیٰ برطانیہ اور امریکہ کے لئے دردِ سر بن گیا ہے۔ اس مذبذب پالیسی کا فائدہ روس کو پہونچ رہا ہے۔ وہ دن بدن مشرق وسطیٰ کے معاملات میں دخیل ہوتا چلا جا رہا ہے اب امریکہ اور برطانیہ کے لئے یہ مشکل درپیش ہے کہ وہ مشرق وسطیٰ میں دوبارہ کس طرح قدم جمائیں۔ اسکی تجویز انھوں نے یہ سوچی ہے کہ وہ تعمیری امور میں مصر کی مدد کریں۔ ان دنوں مصر دریائے نیل پر اسوان کے مقام پر ایک بند تعمیر کرنے کی سوچ رہا ہے۔ نقشے کے مطابق یہ دنیا کا سب سے بڑا بند ہوگا۔ اور اس پر کوئی تیرہ ارب ڈالر خرچ آئیں گے۔ اور تعمیر پر پندرہ بیس سال لگیں گے۔ مکمل ہو جانے پر یہ بند مصر کی معیشت میں انقلاب پیدا کر دے گا۔ اسلحہ کے بارے میں مصر کو ناراض کر کے روس کی گود میں دھکیل کر امریکہ اور برطانیہ نے فیصلہ کیا ہے کہ اس بند کی تعمیر کے لئے مصر کو سات کروڑ ڈالر کی مدد دیں۔ روس نے اس سلسلہ میں مصر کو قرض دینے کا وعدہ کر رکھا ہے غالباً امریکہ اور برطانیہ یہ کوشش کریں گے کہ مصر صرف ان سے ہی مدد لے اور روس کو اس میں شریک نہ کرے۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس دوڑ میں کون کامیاب ہوگا۔ لیکن اس سے انکار کرنا مشکل ہے کہ روس نے اقوام مغرب کے لئے جو صورت حال پیدا کر دی ہے۔ اس کے تقاضوں سے وہ بسرعت تمام عہدہ برآ نہیں ہو رہیں اگر ان کی معاملہ فہمی کا یہی حال رہا۔ تو وہ مقابلہ میں پیچھے رہ جائیں گے۔ امریکہ اور برطانیہ کو دنیائے عرب میں موثر ہونے کے لئے، اسرائیل کا مسئلہ حل کرنا ہوگا۔ عرب یہودی سلطنت کو گوارا کرنے کے لئے تیار ہیں بشرطیکہ وہ اقوام متحدہ کی حدود تک محدود ہو جائیں۔ اور عرب مہاجرین کو واپس لینے یا انھیں معاوضہ دینے کے لئے تیار ہو جائیں۔ اگر یہودیوں کی جارحیت پسندی جاری رہی اور امریکہ اور برطانیہ اسی طرح خوشامد کرتے رہے تو عربوں کی موجودہ مفاہمت پسندی ختم ہو جائیگی۔ اور وہ لامحالہ مدد کے لئے روس کی طرف دیکھیں گے مصر نے تو اسکی طرح ڈال بھی دی ہے۔ مصر کو پوری طرح روس کی طرف جھکنے سے اب بھی روکا جا سکتا ہے۔ بشرطیکہ انھیں اسرائیل سے متعلق مناسب ضمانت دی جائے۔

حقیقت یہ ہے کہ اسرائیل کا مسئلہ امریکہ کے سیاسی تدبر کا بہت بڑا امتحان ہے۔ ایک طرف وہ تمام حلیف قومیں ہیں جن کی اعانت و رفاقت کو امریکہ نظر انداز نہیں کر سکتا ہے اور دوسری طرف امریکہ کے یہودی ہیں۔ جن کی مدد کے بغیر وہاں کوئی امیدوار انتخاب میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ ان حالات میں دیکھنا یہ ہے کہ امریکہ اس گتھی کو کس طرح سلجھاتا ہے۔

اردن کی المفتی حکومت مستعفی ہو گئی ہے۔ اور اس کی بجائے ہجالی نے نئی کابینہ مرتب کر لی ہے۔ نئے وزیر اعظم سابقہ وزارت میں وزیر داخلہ تھے۔ حکومت کی اس تبدیلی کو معاہدۂ بغداد میں شرکت سے متعلق کیا گیا ہے۔ ان دنوں برطانیہ کے چیف آف امپیریل جنرل اسٹاف، جنرل ٹیمپلر عمان میں ہیں۔ اور وہ عمائدین سلطنت سے معاہدہ بغداد سے متعلق مذاکرات کر رہے ہیں۔ نئی حکومت معاہدہ میں شریک ہونے کے حق میں ہے۔ اگر اردن معاہدہ بغداد میں شریک ہو گیا تو جیسے عراق کا برطانیہ کے ساتھ معاہدہ بدل گیا تھا۔ اسی طرح اردن اور برطانیہ کے ۱۹۴۸ء کے معاہدے پر بھی نظر ثانی ہوگی۔ یہ تبدیلی بدلے ہوئے حالات کے مطابق اردن کے حق میں ہوگی اردن ان دنوں عراق سے خاص طور پر روابط پیدا کر رہا ہے۔ اس کا ایک وفد عراق میں آیا ہوا ہے۔ اور وہ معاشی امداد حاصل کرنے کے لئے کوشاں ہے۔ قیاس غالب یہی ہے کہ عراق اردن کی مناسب امداد کرے گا۔ اور اسے اپنے ساتھ ملانے میں کامیاب ہو جائے گا۔

سوبیں نناوے

اشخاص ریاح باسوری تبخیر معدہ (معدہ میں گیس پیدا ہونا) کے مریض ہیں۔ پاخانہ صاف نہ ہونا۔ تمام جسم میں درد سر میں چکر بھوک غائب۔ ہاضمہ خراب، طبیعت میں بے چینی، سینے میں جلن خون میں کمی۔ نزلہ رہنا اس مرض کی عام شکایات ہیں۔ اس مرض کا

حب باسوری اور جوہر مضم (مکمل کورس) سے زیادہ زود اثر کوئی دوسرا علاج نہیں۔ یہ تمام شکایات کو دور کر کے تندرستی و توانائی بخشتا ہے۔ قیمت مکمل کورس تین روپے ۲ آنے۔ طبی و علمی ماہنامہ دردمند کراچی سالانہ چندہ ایک روپیہ ۱۲ آنے بھیج کر خریدار بنئے۔

دردمند دواخانہ۔ فریئر روڈ۔ کراچی فون نمبر ۳۵۴۲۱

ورزش یا ورزشی کھیل کی طرف صحیح میلان اسی وقت ہو سکتا ہے جب قوی جسمانی روبصحت ہوں۔

شاہی عام کمزوری اور ضعف اعصاب کے دفعیہ کے لئے نہایت مفید ہے

شاہی معدہ اور جگر کی اصلاح کر کے ہاضمہ کو قوی کرتی اور جسم میں بکثرت خون صالح پیدا کرتی ہے۔

شاہی کسل و ماندگی۔ اختلاج قلب و جریان کی دافع ہے

(ہر اسٹور سے مل سکتی ہے)

تیار کردہ: **طبّی دواخانہ نیپئر روڈ ــــ کراچی ۲**

بین الاقوامی جائزہ

روس کی سیاست کا جو نیا دور شروع ہوا ہے اسے جنگ سرد کے نئے باب سے موسوم کیا گیا ہے۔ اسٹالین کی موت کے بعد روسی قائدین نے "بقائے باہم" کی باتیں کر کے جو فضا امن کی پیدا کی تھی اور جس کا نتیجہ جو ٹی کی کانفرنس میں ظاہر ہوا تھا، وہ بالکلیہ ختم ہو گئی ہے۔ اب وہ ہر جگہ نئے شوشے چھوڑ رہا ہے۔ ایشیا میں اس کی کوشش یہ ہے کہ ہندوستان پوری طرح اس کے ساتھ مل جائے۔ اس کے لئے اس نے گوا اور کشمیر میں ہندوستان کی پوری پوری تائید کی اور ہندوستان کو ایشیا کی تیسری بڑی طاقت قرار دیا۔ افغانستان میں وہ اپنے قدم جما رہا ہے اور اسے اپنا حلقہ بگوش بنایا جا رہا ہے۔ یہ چیلنج اقوام مغرب کے لئے کم نہیں۔ لیکن وہ یورپ میں بھی ان کے لئے مشکلیں پیدا کر رہا ہے۔ حال ہی میں اس نے مشرقی جرمنی کو "آزاد" کر دیا ہے اور مشرقی برلن کو اس کی تحویل میں دے دیا ہے۔ برلن کا مغربی حصہ اقوام مغرب کے پاس ہے لیکن وہ مغربی جرمنی سے کٹا ہوا ہے۔ پہلے برلن میں اقوام مغرب کا واسطہ روس سے پڑتا تھا۔ لیکن اب انہیں مشرقی جرمنی سے معاملہ طے کرنا ہوگا۔ گویا روس اس طرح انہیں مجبور کر رہا ہے کہ وہ مشرقی جرمنی کی کمیونسٹ حکومت کو تسلیم کریں تاکہ وحدت جرمنی کا معاملہ اور پیچیدہ ہو جائے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایسے طریقے اختیار کئے جائیں کہ اقوام مغرب کا برلن میں رہنا دوبھر ہو جائے۔ روس اس سے قبل پہلے بھی کئی بار کوشش کر چکا ہے گو وہ کامیاب نہیں ہوا۔ یہ حالات دیکھ کر ناٹو کے ارکان ممالک کے وزرائے دفاع، امور خارجہ اور خزانہ نے پیرس میں ایک اجتماع کیا۔ اس میں انہوں نے اعلان کیا کہ برائے امن عالم کے لئے ناگزیر ہے کہ اس پر اشتراکی شکنجے کو روکنا چاہیئے، نیز اس میں یہ فیصلہ بھی کیا گیا کہ روس کو جرمن علاقے سے ہٹایا جائے گا اور سارے ملک کو مغربی جرمنی میں ملا کر متحد کیا جائے۔ وحدت جرمنی کا مسئلہ بڑا مسئلہ ہے۔ اس پر نہ کسی قسم کا سمجھوتہ ہو سکا ہے نہ ہو سکنے کی توقع کی جا سکتی ہے۔ روس بظاہر وحدت کے حق میں ہے لیکن وہ وحدت کی مناسب عملی صورت کے لئے تیار نہیں ہوتا کیونکہ اسے ڈر ہے کہ وحدت کی صورت میں اسے جرمنی سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔ چنانچہ جیسے کشمیر میں ہندوستان آزاد استصواب کو بہ لطائف و حیل ٹالتا چلا آ رہا ہے اسی طرح روس یہ تجویز نہیں مانتا کہ جرمنی کے دونوں حصوں میں آزاد انتخابات ہوں اور ان کی بنا پر دونوں کو متحد کیا جائے۔

روس کی پالیسی میں واضح تبدیلی کے پیش نظر سوال پیدا ہوتا ہے کہ اقوام مغرب اس کا کیا جواب دیں گی۔ یہ جواب اس ملاقات میں تلاش کیا جائے گا جو جنوری کے آخر میں برطانیہ کے وزیر اعظم اور امریکہ کے صدر کے مابین واشنگٹن میں ہو رہی ہے۔ اس میں عالمی سیاست زیر بحث آئے گی اور روس کی نئی چالوں کا جواب سوچا جائے گا۔ اس میں غالباً سب سے اہم سوال مشرق وسطیٰ کا ہوگا جسے امریکہ اور برطانیہ کی عاقبت نااندیشی نے پیچیدہ بنا دیا ہے (اس پر تبصرہ عالم اسلامی کے تحت ملاحظہ کیجئے)۔ ایڈن، آئزن ہاور ملاقات نوعیت اور موقع کے اعتبار سے بڑی اہم ہے۔ لیکن اگر امریکہ اور برطانیہ اپنی پالیسی کو نئے تقاضوں کے مطابق نہ ڈھال سکے تو یہ بیکار محض ثابت ہو گی۔

اقوام متحدہ کے ارکان کی تعداد ساٹھ سے بڑھ کر ۷۶ تک پہنچ گئی ہے۔ گو توقع تو یہ تھی کہ اٹھارہ نئے ممبر بن سکیں گے لیکن صرف سولہ ہی منظور ہو سکے ہیں۔ ان میں ۱۱ غیر اشتراکی ہیں اور پانچ اشتراکی۔ نئے ارکان یہ ہیں: اردن۔ آئرلینڈ۔ پرتگال۔ اٹلی۔ آسٹریا۔ فن لینڈ۔ سیلون۔ نیپال۔ لیبیا۔ کمبوڈیا۔ لاؤس۔ سپین۔ البانیا۔ ہنگری۔ بلگاریہ۔ اور رومانیہ۔ ان کی رکنیت سے متعلق کوئی دس سال سے تعطل چلا آ رہا تھا اور گذشتہ پانچ سال سے اقوام متحدہ کا کوئی نیا رکن بن ہی نہیں سکا۔ کیونکہ روس غیر اشتراکیوں کو اقوام متحدہ میں داخل نہیں ہونے دیتا تھا اور اقوام مغرب اشتراکیوں کو روکے ہوئے تھیں۔ بالآخر ان دنوں یہ طے ہوا کہ اٹھارہ امیدواروں کو یک مشت حق رکنیت دے دیا جائے۔ ان میں ایک جاپان تھا اور ایک بیرونی منگولیا۔ آہستہ آہستہ ۱۷ ممالک پر تو سب کا اتفاق ہو گیا لیکن بیرونی منگولیا کو اقوام مغرب بالخصوص نیشنلسٹ چین نے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ جب معاملہ سلامتی کونسل میں آیا تو ایک طرف نیشنلسٹ چین نے ویٹو استعمال کیا دوسری طرف روس نے۔ اس سے پھر تعطل پیدا ہو گیا لیکن روس نے یک لخت اپنی روش بدل لی۔ اس نے بیرونی منگولیا کی حمایت چھوڑ دی البتہ جاپان کے لئے ویٹو استعمال کیا۔ اس طرح سولہ ارکان منظور ہو گئے۔ ان کے آنے سے اتنا غنیمت ہے کہ ایسے نئے رکن بن گئے جو ہر لحاظ سے رکنیت کے قابل تھے۔ لیکن یہ دیکھنا ہے کہ اس کا اثر اقوام متحدہ کی سیاست پر کیا پڑتا ہے۔

اسلامی معاشرت

از پرویز

قیمت دو روپے

طلوع اسلام سنجیدہ اور بلند پایہ علمی پرچہ ہے

اور

پاکستان کے ہر گوشے اور ہر طبقے میں گہری دلچسپی سے پڑھا جاتا ہے

پاکستان کے علاوہ دیگر ممالک میں بھی جاتا ہے

اس میں شائع شدہ اشتہارات ہزاروں خریداروں کی نظروں سے گذرتے ہیں۔

اس میں اشتہار دیکر اپنے کاروبار کو فروغ دیجیے

نرخنامہ اشتہارات ناظم ادارہ شعبۂ اشتہارات سے حاصل کیجیے

ناظم ادارہ طلوع اسلام پوسٹ بکس ۱۳۱۳ کراچی

Continued from Title page 2.

that Abu Hanifa who had a keen insight into the universal characther of Islam made practically no use of these traditions. The fact that he introduced the principle of 'Istihsan', i.e. juristic preference, which necessitates a careful study of actual conditions in legal thinking, throws further light on the motives which determined his attitude towards this source of Mohammedan Law. It is said that Abu Hanifa made no use of traditions becauce there were no regular collections in his day. In the first place, it is not true to say that there were no collections in his day, as the collections of Abdul Malik and Zuhri were made not less than thirty years before the death of Abu Hanifa. But even if suppose that these collections never reached him, or that they did not contain traditions of a legal import, Abu Hanifa, like Malik and Ahmed Ibn-i-Hambal after him, could hve easily made his own collection if he had deemed such a thing necessary. On the whole, then, the attitude of Abu Hanifa towards the traditions of a purely legal import is to my mind perfectly sound; and if modern Liberalism cosiders it safer not to make any indiscriminate use of them as a source of law, it will be only following one of the greatest exponents of Mohammedan Law in Sunni Islam."

In arriving at his conclusions, Dr. Iqbal had the support of such eminent personalities as Imam Abu Hanifa and Shah Waliullah Muhaddis Dehlavi. It will be reassuring for you to see that the conclusions of the late Allama Iqbal fully endorse what, on the basis of Quran, my letters have said, namely that *the Constitution of Pakistan will have for its basis the permanent and immutable principles of the Holy Quran and will allow the Legislature to contine, modify or replace the subsidiary instructions contained in the Traditions and Fiqh according to the existing requirements.*

May God help you in evolving a constitution in conformity with the principle of Permanence *cum* Change which has been enunciated by Islam and Islam alone, is the earnest prayer of

Yours sincerely,

G. A. PARWEZ.
Director,

Quranic Research Centre.
Post Box 7313,
KARACHI.

To

All Muslim Members of the Constituent Assembly

انسان نے کیا سوچا؟

یہ وہی عظیم کتاب ہے جس کا مفصل تعارف طلوع اسلام کی گزشتہ اشاعتوں میں کرایا جاتا رہا ہے - اب کتاب تیار ہے اور عنقریب اسکی روانگی شروع کردی جائیگی - کتاب ولایتی سفید کاغذ پر طبع ہوئی ہے - اس کا سائز وہی ہے جو "ابلیس و آدم" کا ہے یعنی ۲۲x۲۹/۸ اسکی جلد بھی خاص طور پر مضبوط بنوائی جارہی ہے تاکہ قارئین کو شکایت نہ ہو - ڈسٹ کور نہایت دلکش اور خوشنما ہے جو ولایتی گلیزڈ آرٹ پیپر پر چھپا ہے -

اگر آپ نے اب تک آرڈر نہیں دیا تو بہت جلد آرڈر دید یجئے کیونکہ کتاب اسی ترتیب کے ساتھ روانہ ہو سکیگی جس ترتیب سے اس کے آرڈرز موصول ہونگے -

ضخامت ۳۶۸ صفحات قیمت مجلد مع گرد پوش دس روپے علاوہ محصول ڈاک

پیشگی خریداران کو آرڈر دینے کی ضرورت نہیں - کتاب تیار ہونے پر رفتہ رفتہ ان کی خدمت میں از خود پہنچ جائیگی - البتہ جو حضرات کتاب نہ منگانا چاہیں وہ زیادہ سے زیادہ یکم جنوری تک ادارہ کو مطلع فرما دیں -

* * * * *

تاریخ الامت

علامہ حافظ محمد اسلم جیراج پوری مدظلہ کی تاریخ کی وہ کتاب جو تقسیم سے پہلے بیشتر درسگاہوں میں بطور نصاب شامل تھی - اب مولف کی اجازت سے طلوع اسلام اسے دوبارہ شائع کررہا ہے -

اسکی دو جلدیں جلد اول و جلد دوم پہلے شائع ہوچکی ہیں اور بقیہ دو جلدیں (جلد سوم و جلد چہارم) بہت جلد پیش کی جارہی ہیں -

جلد اول :- جو سیرت رسول اللہ صلعم پر مشتمل ہے - ضخامت ۲۴۰ صفحات سائز ۲۰x۳۰/۱۶ غیر مجلد دو روپے علاوہ محصول ڈاک

جلد دوم :- جو خلافت راشدہ پر مشتمل ہے - ضخامت ۲۷۲ صفحات قیمت غیر مجلد اڑھائی روپے علاوہ محصول ڈاک

جلد سوم :- جو خلافت خاندان بنوامیہ پر مشتمل ہے - ضخامت ۱۷۶ صفحات قیمت غیر مجلد دو روپے علاوہ محصول ڈاک

جلد چہارم :- جو خلافت عباسیہ کے نصف اول پر مشتمل ہے - اور جس میں متوکل باللہ تک آٹھ خلفاء کا تذکرہ آگیا ہے - ضخامت ۱۷۶ صفحات قیمت غیر مجلد دو روپے علاوہ محصول ڈاک

باقی چار جلدیں بھی یکے بعد دیگرے شائع ہوتی جائینگی -

پیشگی خریداران کو جنہیں جلد اول اور جلد دوم بھیجی گئی تھی یہ اگلی دونوں جلدیں بھی از خود بھیجدی جائینگی - البتہ اگر ان میں سے کوئی صاحب یہ جلدیں نہ منگانا چاہیں تو وسط جنوری تک اطلاع دیدیں -

دوسرے حضرات اپنی فرمائشیں جلد بھیجیں اور اسکی صراحت کر دیں کہ انہیں چاروں جلدیں مطلوب ہیں یا صرف تیسری اور چوتھی جلد -

ناظم ادارہ طلوع اسلام - پوسٹ بکس نمبر ۳۱۳ ۲۷ - کراچی - ۳

Title Printed at Mueid Art Press, Thathai Compound, Bunder Road, Karachi. Text at Jawed Press, McLeud Road, Karachi. Published by Khurshid Alam from Tolu-e-Islam Office, 207/A, P. E. C. H. Society, Karachi. Editor: KHURSHID ALAM